بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۸ (8)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۵۴)

www.drhasanrizvi.com

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

پارہ

۸

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی- فون ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

فہرست پارہ نمبر ۸

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۱	اللہ تعالیٰ ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔	۹۳۷
۲	حق دشمنی کی انتہا۔	″
۳	طلبِ حق نہ ہونے کا انجام	″
۴	امام فخر الدین رازی کی تحقیق	۹۳۸
۵	انسان کی اصل غلطی	″
۶	شیطان کی تعریف	۹۳۹
۷	شیطان کے کام	″
۸	مردِ مومن کی قوت اور شیطانوں کی کوشش	۹۴۰
۹	خدا کی مشیت اور رضا کا فرق	″
۱۰	مومن کا کام	۹۴۱
۱۱	بیہودہ قول کی تشریح	″
۱۲	شیطانوں کی اصل غرض	۹۴۲
۱۳	اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی	۹۴۳
۱۴	قرآنی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں	۹۴۴
۱۵	پرانی کتابوں میں رسولِ اکرمؐ کا ذکر	″
۱۶	تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا	۹۴۵
۱۷	اکثریت کا طرزِ عمل گمراہی ہے	۹۴۶
۱۸	خدا کا علم	۹۴۸
۱۹	ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا ضروری ہے	″
۲۰	اِثْم کے معنی اور انسان کے اختیار کا ثبوت	۹۴۹
۲۱	اگر بوقتِ ذبح اللہ کا نام لینا بھول جائے	۹۵۰
۲۲	شیطانوں کی وحی	″

شمار	ذیلی عناوین	
۲۳	زندہ کرنے کے اصل معنی	۹۵۲
۲۴	کافر اور مومن کے ساتھ خدا کا طرزِ عمل	″
۲۵	بُرے لوگوں کے ساتھ اللہ کا طرزِ عمل	″
۲۶	بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ خدا کا طرزِ عمل	۹۵۳
۲۷	چالبازیوں کا انجام	″
۲۸	مکاروں کے بے ہنگم مطالبات	۹۵۴
۲۹	شرحِ صدر کے معنی	۹۵۵
۳۰	سینہ تنگ ہو جانے کے معنی	″
۳۱	خدا کا طرزِ عمل انسان کے ساتھ	۹۵۶
۳۲	نشانیوں سے فائدہ اُٹھانے والے	۹۵۷
۳۳	اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ برتاؤ	″
۳۴	حسنات سے مراد	۹۵۸
۳۵	اللہ کے چاہنے کا اصول	″
۳۶	محبت کی اہمیت	۹۵۹
۳۷	ظالم سے خدا کس طرح انتقام لیتا ہے	″
۳۸	جنتوں میں نبوت	″
۳۹	بداعمالیوں کی سزا	″
۴۰	کافروں کی خود اپنے خلاف گواہی	۹۶۰
۴۱	جنات میں سلسلۂ نبوت پر تحقیق	″
۴۲	اِتمامِ حجت کے بغیر سزا نہیں دی جاتی	۹۶۱
۴۳	انسانی مراتب کا معیار	۹۶۲
۴۴	ایمان کا معیار	″
۴۵	خدا کی بے نیازی	″
۴۶	خدا اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے	۹۶۳
۴۷	خدا کی قدرت اور اُس کا وعدہ	۹۶۴
۴۸	یہ حکم نہیں، بلکہ تہدیدی سرزنش ہے	″

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۴۹	مشرکوں کی غلط ذہنیت اور پنڈتوں کی بدمعاشیاں	۹۶۵
۵۰	مشرکین کی نفرت آمیز رسومات	۹۶۶
۵۱	اولاد کو تین وجوہات کی بناء پر قتل کیا جاتا تھا	״
۵۲	مشرکوں کی ایجاداتِ بندہ	۹۶۷
۵۳	ہماری ایجاداتِ بندہ	״
۵۴	مشرکوں کے احمقانہ قوانین	۹۶۸
۵۵	اولاد کُشی کی مذموم رسم کی مذمت	۹۶۹
۵۶	خدا کے دین میں باپ دادا کے بنائے ہوئے قوانین یا رسومات کی کوئی اہمیت نہیں ۔	״
۵۷	غریبوں کا حق	۹۷۰
۵۸	مولیشی جو بچھانے کے کام آتے ہیں	۹۷۱
۵۹	سارے مولیشی ہمارے لیے ہیں	״
۶۰	آیت میں تین باتوں کی تعلیم دی گئی ہے	״
۶۱	ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاج (آٹھ نر و مادہ)	۹۷۲
۶۲	عقلی دلیل کی حُجیت	״
۶۳	مشرکوں کے خودساختہ قوانین	۹۷۳
۶۴	مناظرے کا جواز	״
۶۵	حلال وحرام قرار دینے کا اختیار صرف خدا کو ہے۔	״
۶۶	پرندوں میں کون سے جانور حرام ہیں	۹۷۴
۶۷	یہودیوں کو شریعت میں تبدیلی کی سزا	۹۷۵
۶۸	خدا کی رحمت کی شان	۹۷۶
۶۹	خدا کے عذاب کا خوف	״
۷۰	خدا کی مشیت اور رضا میں فرق	۹۷۷
۷۱	حجتِ بالغہ	۹۷۹
۷۲	حجتِ ظاہری اور حجتِ باطنی	״
۷۳	حجتِ بالغہ	״

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۷۴	خدا کی مشیت	۹۷۹
۷۵	توحیدِ خالص کا مفہوم	۹۸۰
۷۶	بندگانِ خدا کے حقوق کی اہمیت	۹۸۱
۷۷	انسان کو قتل کرنے کا جواز	۹۸۲
۷۸	فیملی پلاننگ	״
۷۹	ان آیتوں کی عظمت	۹۸۳
۸۰	بُلوغ کی عمر کے معنی	״
۸۱	عدل کی اہمیت	״
۸۲	امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی فضیلت	۹۸۴
۸۳	فطری عہد کا تقاضا	״
۸۴	اللہ سے ملاقات کے عقیدے کا اثر	۹۸۵
۸۵	بنی اسرائیل کا عقیدہ آج بھی عام ہو رہا ہے	״
۸۶	حضرت موسیٰؑ کی کتاب کی اہمیت	״
۸۷	طَآئِفَتَیْنِ	۹۸۶
۸۸	خدا کی آیات سے مراد	۹۸۷
۸۹	خدا کی نشانیوں سے مراد	۹۸۸
۹۰	قیامت کی نشانیاں	״
۹۱	شاہ عبدالقادر صاحب نے مطلب لکھا	۹۸۹
۹۲	ایمان کی قدر و قیمت	״
۹۳	خدا کا آنا	״
۹۴	دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی مذمت	۹۹۰
۹۵	اصلِ دین	״
۹۶	تفضّل وکرم اور عدالت	۹۹۱
۹۷	نیک اعمال کی اہمیت	״
۹۸	سال بھر کے روزے رکھنے کی آسان ترکیب	״
۹۹	دینِ ابراہیمؑ	۹۹۲
۱۰۰	دینِ ابراہیمؑ کا لُبِّ لُباب	״

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۱۰۱	جناب رسولِ خدا ص کے دین کا مرتبہ	۹۹۳
۱۰۲	حضرت ابراہیمؑ سے حضورِ اکرمؐ کا تعلق	〃
۱۰۳	شرک اور باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت	۹۹۴
۱۰۴	(سورۃ الاعراف)	۹۹۵
〃	(المٓصٓ) حروفِ مقطعات کا فلسفہ	〃
۱۰۵	جناب رسولِ خدا کا سخت فریضہ	۹۹۷
۱۰۶	آیت کے پیغامات	〃
۱۰۷	قرآن کافی نہیں ہے	۹۹۸
۱۰۸	رات میں اور دوپہر کو کیوں عذاب آیا	〃
۱۰۹	بوقتِ عذاب توبہ قبول نہیں	۹۹۹
۱۱۰	بازپرس تو سب سے ہوگی	۱۰۰۰
۱۱۱	بازپرس کا مقصد	〃
۱۱۲	اعمال کے تولنے کے معنی اور معیار	۱۰۰۱
۱۱۳	نیکیوں کا انحصار فرمانبرداری پر ہے	۱۰۰۳
۱۱۴	خدا کی دو نعمتیں	۱۰۰۴
۱۱۵	ابلیسؑ کی پست ذہنیت	۱۰۰۵
۱۱۶	تکبّر	۱۰۰۶
۱۱۷	شیطان کا مقصد اور طریقۂ کار	۱۰۰۷
۱۱۸	گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دینا ابلیس ملعون کا عقیدہ ہے	〃
۱۱۹	شیطان ہر چہار جانب سے گمراہ کرے گا	۱۰۰۹
۱۲۰	ابلیس ملعون کے مطالبات	۱۰۱۰
۱۲۱	حضرت آدمؑ و حوّاؑ کا جنّتی لباس	۱۰۱۲
۱۲۲	حضرت آدمؑ، اور ابلیسؑ کے قصّے کے نتائج	۱۰۱۴
۱۲۳	حضرت آدمؑ و حوّاؑ جنّت میں چھ گھنٹے رہے	۱۰۱۷
۱۲۴	حضرت آدمؑ و حوّاؑ کا زمین پر وارد ہونا	〃
۱۲۵	وسوسہ کیا ہے اور اس کا محرّک کون ہے	۱۰۱۸
۱۲۶	حضرت آدمؑ اور ابلیسؑ کے واقعے کے اخلاقی نتائج	۱۰۱۹
۱۲۷	ریش کے معنی اور لباس کا مقصد	۱۰۲۰
۱۲۸	شیطانؑ کا انسان پر تصرّف	۱۰۲۲
۱۲۹	عربوں میں برہنگی کی رسم	۱۰۲۳
۱۳۰	دینِ اسلام کے اصول و طریقے	۱۰۲۴
۱۳۱	گمراہی خدا سے منسوب نہیں کی جاسکتی	۱۰۲۵
۱۳۲	ہر نماز کے لیے بن ٹھن کر آیا کرو	〃
۱۳۳	فضول خرچی کے معنی	۱۰۲۶
۱۳۴	نماز میں واجب حدِ آرائش	〃
۱۳۵	نماز میں زینت	〃
۱۳۶	مومنین کیلئے دنیا اور آخرت کی نعمتیں	۱۰۲۷
۱۳۷	زیب و زینت بُری چیز نہیں ہے	۱۰۲۸
۱۳۸	اِثم کے معنی شراب (خمر)	۱۰۲۹
۱۳۹	فواحش سے مراد	۱۰۳۰
۱۴۰	موت کا وقت مقرر ہے	۱۰۳۱
۱۴۱	دُعا، قضاءِ الٰہی کو پھیر دیتی ہے	〃
۱۴۲	محققین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے	۱۰۳۲
۱۴۳	دوزخی لوگ اور اُن کے پیر و مرشد	۱۰۳۴
۱۴۴	مومنوں اور کافروں کی ارواح کے مقام	۱۰۳۵
۱۴۵	ہدایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے	۱۰۳۶
۱۴۶	توفیقاتِ الٰہی پر نجاتِ ابدی	۱۰۳۷
۱۴۷	یہی معاملہ مومن کا دنیا میں بھی ...	〃
۱۴۸	وہ اعلان کرنے والا کون ہوگا ؟	۱۰۳۹
۱۴۹	اعراف پر کون ہوں گے ؟	۱۰۴۰
۱۵۰	اعراف کا منظر ؟	۱۰۴۲

www.drhasanrizvi.com

شمار	ذیلی عناوین	صفحہ نمبر
۱۵۰	دوزخی پیاسے مرتے، پیاسے قبر میں جاتے اور قیامت کے روز پیاسے ہی محشور ہوں گے۔	۱۰۴۳
۱۵۱	آخرت میں ہماری طاقت کا بڑھ جانا	〃
۱۵۲	خدا کا آخرت بھولنے والوں کو بھلا دینا	۱۰۴۴
۱۵۳	عظمتِ قرآن	۱۰۴۵
۱۵۴	بروقت صحیح رائے قائم نہ کرنے کا انجام	〃
۱۵۵	خدا نے مرحلہ وار چیزوں کو کیوں پیدا کیا	۱۰۴۶
۱۵۶	"خدا کا عرش پر متمکن ہونا" کا مطلب	۱۰۴۷
۱۵۷	معرفتِ خداوندی	〃
۱۵۸	دعا، مانگنے کا سلیقہ اور اُس کے آداب	۱۰۴۸
۱۵۹	زمین پر فساد نہ کرو	〃
۱۶۰	خوف اور اُمید	۱۰۴۹
۱۶۱	خداوندِ عالم ہر بات پر مکمل قدرت رکھتا ہے	۱۰۵۰
۱۶۲	نصیحتیں صرف اچھے دلوں پر اثر کرتی ہیں	۱۰۵۱
۱۶۳	نیکوں کی صحبت کا اثر برابر نہیں ہوا کرتا	〃
۱۶۴	حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام	۱۰۵۲
۱۶۵	حضرت نوح علیہ السلام کی عظمت	〃
۱۶۶	حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی اصل غلطی	۱۰۵۳
۱۶۷	آج عذاب کیوں نہیں آتا ؟	〃
۱۶۸	شجرۂ حضرت نوح علیہ السلام	۱۰۵۴
۱۶۹	ذکر کی دو قسمیں ہیں	۱۰۵۵
۱۷۰	کشتی حضرت نوح میں سوار ہونے والے نجات پا گئے	۱۰۵۶
۱۷۱	حضرت ہود علیہ السلام اور قومِ عاد	〃
۱۷۲	مشرکوں کا اصل مسئلہ	۱۰۵۹
۱۷۳	شرک کے معنی اور قوموں کا اصل گناہ ؟	〃
۱۷۴	خود ساختہ خداؤں کی پوجا پر عذابِ الٰہی	۱۰۶۰
۱۷۵	ریحِ عقیم	۱۰۶۱
۱۷۶	قومِ عاد اور حضرت ہود علیہ السلام	〃
۱۷۷	قومِ ثمود کا حشر	۱۰۶۲
۱۷۸	مختصر اقصۂ حضرت صالح علیہ السلام	۱۰۶۳
۱۷۹	کمزوروں کی فضیلت	۱۰۶۶
۱۸۰	کافر کے معنی ؟	۱۰۶۷
۱۸۱	قومی گناہ کی حیثیت ؟	〃
۱۸۲	قومِ ثمود کے زلزلے اور ہلاکت کا زمانہ	۱۰۶۸
۱۸۳	"رجفہ" کے معنی زلزلے کے ہیں	〃
۱۸۴	حضرت لوط ع کی قوم اور اُن کی بدکاریاں	۱۰۶۹
۱۸۵	محققین نے نتیجہ نکالا	۱۰۷۳
۱۸۶	اسلام میں ہم جنس پرستی کی سزا	〃
۱۸۷	مَدیَن کے لوگوں کی تجارتی بے ایمانی	۱۰۷۵
۱۸۸	اہلِ علم بھی ڈنڈی مارتے ہیں	۱۰۷۶
۱۸۹	اسلام کا فلسفہ عمل پر منتج ہوتا ہے	〃
۱۹۰	اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا ہے	۱۰۷۷
۱۹۱	"صبر سے کام لو" سے مراد ؟	۱۰۷۸

تمام شد

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ اَنَّنَا پارہ ۸

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ (۱۱۱) اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اُتار دیتے اور مُردے
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ تک اُن سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو گروہ در گروہ
كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا لاکر اُن کے سامنے جمع بھی کر دیتے، تب بھی یہ لوگ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ ایمان لانے والے نہ تھے سوا اِس کے کہ اللہ ہی طے کر
يَجْهَلُوْنَ ○ ۱۱۱ لیتا (کہ وہ مجبوراً ایمان لے ہی آئیں) لیکن اُن میں سے
اکثر جہالت سے کام لیتے ہیں (عقل سے کام نہیں لیتے)

اللہ تعالیٰ ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا

خداوندِ عالم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ "اگر اللہ یہ بات طے کر لیتا کہ جبری طور پر سب کو اللہ کا دین قبول کرنا ہوگا تو وہ اپنی قوّتِ قاہرہ سے سب کو جبراً ایمان کے راستے پر لگا دیتا اور لوگ جوق در جوق ایمان لے آتے۔" (جلالین، تفسیر علی ابنِ ابراہیم)

مگر یہ بات خدا کی حکمتِ کاملہ اور انسان کے امتیازی جوہر، فاعلِ مختار ہونے کے تقاضوں کے خلاف ہوتی۔ انسان کی قوّتِ فیصلہ ختم ہو جاتی اور کسی کا ایمان اختیاری نہ رہتا، بلکہ اضطراری ہوتا۔

حق دشمنی کی انتہا

کیونکہ اللہ کی حکمت کے تقاضوں کے یہ خلاف بات ہے کہ انسان کو بے اختیار کر کے مجبوراً اجبلّی طور پر حق پرست بنا دیا جائے، اِس لیے تمہارا یہ توقع کرنا بالکل فضول ہے کہ اللہ براہِ راست اپنی تکوینی مداخلت کے ذریعے سے اُن کو مومن بنا دے گا۔ (تفہیم)

طلبِ حق نہ ہونے کا انجام

محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) جس شخص میں طلبِ حق ہی نہ ہو، وہ کبھی سچ کو

www.drhasanrizvi.com

قبول نہیں کرتا، ہمیشہ اُلٹی سیدھی تاویلیں کر کے بات کو ہوا میں اُڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ معجزے دیکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، اگر حق کی تلاش کا جذبہ ہی دل میں موجود نہ ہو۔

؎ بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ۔ ترے دماغ میں بُتخانہ ہو تو کیا کیجے
جہاں میں بندۂ حق کے مشاہدات ہیں کیا ۔ تری نگاہ غلامانہ ہو تو کیا کیجے
(اقبال)

امام فخر الدین رازی کی تحقیق :

امام رازی نے لکھا کہ: "کوئی ایک معجزہ تو ضروری ہوتا ہے تاکہ لوگ سچے نبی اور جھوٹے نبی میں فرق کر سکیں (جیسے ہمارے نبیؐ کا معجزہ قرآن آج بھی موجود ہے۔) لیکن اُس معجزے کے بعد پھر اور معجزوں کی فرمائش کرتے رہنا کہ ایک کے بعد دوسرا، اور دوسرے کے بعد تیسرا، تو یہ سلسلہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

انسان کی اصل غلطی

پھر یہ کہ یہ عقل اور اپنے ضمیر سے کام نہ لینے پر اصرار ہے کہ ہم غور نہیں کریں گے، بس تماشے دیکھتے رہیں گے۔ تو نبیؐ کا کام (معاذ اللہ) تماشے دکھانا نہیں ہوتا۔ یہ کام تو بندر نچانے والوں کا ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا نتیجہ :۔ یہ نکالا کہ اصل جہالت طلبِ حق کا نہ ہونا ہے۔ خود کو عقلِ کُل سمجھ لینا ہے۔ کسی بھی نئی بات کو قبول نہ کرنا ہے۔ اِسی لیے آخر میں خدا نے ایسے لوگوں کو جاہل فرمایا۔ جاہل وہ نہیں جو نہیں جانتا، بلکہ اصل جاہل وہ ہوتا ہے جو جاننا ہی نہیں چاہتا۔ جو اپنے دل و دماغ اور شعور کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ ایسے جاہلوں کی کمی نہیں، ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔

؎ پھرتی ہیں جہالتیں نہ معلوم کتنی
کاندھوں پہ عبائے علم و حکمت ڈالے

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ ١١٢

(۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے ہر نبیؑ کے دشمن، انسان اور جنوں کو قرار دیا ہے جو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کے لیے چکنی چپڑی جھوٹی بناوٹی باتوں کے وسوسے دلوں میں ڈالتے رہتے ہیں۔ اور اگر آپؐ کا پالنے والا یہ (نہ) چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ لہٰذا آپؐ ان کی اور ان کی گھڑی ہوئی جھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کیجیے۔

شیطان کی تعریف

شیطان کے معنی سرکش، شریر، بدمعاش، خواہ وہ انسان ہو یا جن یا جانور۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۳ ص ۳۵ وتفسیر ابن جریر جلد ۱ وتفسیر کبیر از ابن عباسؓ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ نے اچھی صفات کا اہل نہیں پایا وہی جنوں اور انسانوں کا شیطان ہے۔ (تفسیر صافی ص ۱۶۴ بحوالہ کافی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تمام انسان تین قسم کے ہیں (۱) ایک وہ ہیں جو قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ پائیں گے، جس دن سوا عرشِ الٰہی کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۲) دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو حساب دیں گے اور سزا بھگتیں گے، اور (۳) تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں کہ جن کی شکل وصورت تو آدمیوں جیسی ہے مگر سیرت شیطانوں کی سی" (یہ جہنم میں ہوں گے) (الخصال)

انبیاءؑ سے انسانوں یا جنوں کی دشمنی انسان کے اختیارات کو غلط استعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ انبیاء کرام تو بے پناہ محبت کے مستحق ہوتے ہیں۔ مگر کیونکہ یہ دشمنی تکوینی اعتبار سے اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ خدا نے انبیاءؑ کو بھیجا ہوتا ہے، اور لوگوں کو حق دشمنی کی اجازت دے دی ہوتی ہے، اس لیے اس دشمنی کی اجازت دینے کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے۔ (فصل الخطاب)

شیاطین کے کام

شیاطینِ جن وانس ایکدوسرے کو (۱) دھوکہ دینے کے لیے (۲) ایمان سے

www.drhasanrizvi.com

دور رکھنے کے لیے جھوٹی بناوٹی باتوں کو دلوں میں ڈالتے رہتے ہیں۔ (مجمع البیان، شاہ ولی اللہ)

اور یہ بات بتائی گئی کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ یعنی، اگر خدا اپنی قوتِ قاہرہ سے اُن کو روکنا چاہتا تو اُن کو رُکنا ہی پڑتا۔ مگر جبر کرنا خدا کی مصلحت نہیں۔ کیونکہ تخلیق کا اصل مقصد عقل و عمل کا امتحان لینا ہے، جو اختیار دیے بغیر ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر تبیان)

مردِ مومن کی قوت اور شیطانوں کی کوششیں

آیت کا پیغام یہ ہے کہ "اگر جن اور انسانوں کے شیاطین متفق ہو کر تمہارے خلاف زور لگا رہے ہیں، تو بھی گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر زمانے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ ؎ "ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں"

جب بھی کوئی ہادی، پیغمبرؑ یا مُصلح دُنیا میں آیا، تو تمام شیطانی طاقتیں اُس کے خلاف صف بستہ ہو گئیں۔ شکوک و شبہات پیدا کیے جانے لگے، الزامات تراشے جانے لگے۔ اُن کے سب کاموں کو فریب یا دھوکہ کہا گیا۔ کیونکہ اُن کی چالیں جو وہ حق کے خلاف کرتے ہیں سب اُن ہی کے خلاف پڑتی ہیں۔ اِس لیے اُن کے ہتھیار اور اُن کی چالیں سوا دھوکے کے کچھ نہیں۔ (تفہیم)

خدا کی مشیّت اور رضا کا فرق

یاد رہے کہ چوری، قتل، ڈاکہ، شرک، کفر، غرض کوئی جُرم خدا کی مشیّت (اجازت) کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، اور کوئی مومنِ صالح بھی خدا کی مشیّت کے بغیر مومنِ صالح نہیں بن سکتا۔ مگر پہلی قسم کے واقعات سے خدا راضی نہیں، جبکہ ایمان اور عملِ صالح کو خدا پسند کرتا ہے۔ اگرچہ آخر کار کسی خیرِ عظیم ہی کے لیے خدا کی مشیّت کام کر رہی ہے، مگر اُس خیرِ عظیم کا ظہور کا راستہ، نور و ظلمت، خیر و شر، صلاح و فساد کی مختلف قوتوں کے ایک دوسرے کے مقابلے میں کشمکش ہی سے صاف ہوتا ہے۔ اِس لیے خدا نے خیر و شر، دونوں کو اپنا اپنا کام کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اور انسان کو شعور اور اختیار بھی عطا کیا ہے۔ مگر اللہ کی رِضا اور پسندیدگی صرف اور صرف "خیر" ہی کے لیے مخصوص ہے اللہ یہی چاہتا ہے کہ اُس کے بندے اپنی آزادی، اختیار، انتخاب اور عقل سے فائدہ اُٹھا کر خیر کو اختیار

www.drhasanrizvi.com

کریں، نہ کہ "شر" کو۔ یہ اس لیے ہے کہ :۔ ۔ ۔

مومن کا کام مومنین کا کام فرشتوں جیسا نہیں، جو بغیر کسی مزاحمت کے خدا کی اطاعت کر رہے ہیں۔ مومن کا کام شریروں، بدمعاشوں اور باغیوں کے مقابلے میں اللہ کا پسندیدہ آئین غالب کرنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ خدا خیر اور شر دونوں کے لیے کام کرنے والوں کو آزادی اور موقع دے رہا ہے مگر پسند صرف اُنہی لوگوں کو کرتا ہے جو "خیر" کے لیے کام کرتے ہیں۔ اب جب یہ قانون سمجھ گئے تو پھر یہ توقع رکھنا بالکل فضول ہے کہ خدا ان شیاطین جن و انس کو زبردستی تمہارے راستے سے ہٹا دے گا۔ تمہیں ان کا مقابلہ کر کے ہی "خیر" کو پھیلانا ہوگا، اسی کو "جہاد" کہتے ہیں۔ (تفہیم)

؎ گریز کشمکشِ زندگی سے مَردوں کی ⁂ اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست
(اقبال)

بیہودہ قول کی تشریح آج اہلِ باطل کے جتنے نظریات میں جتنی تھیوریز قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں، وہ سب "زُخْرُفَ الْقَوْلِ" یعنی دھوکہ دینے کے لیے ہیں۔ کوئی نظام "ism" یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم روٹی، کپڑے اور مکان کا مسئلہ حل کر دیں گے۔ جبکہ روس مرحوم کا حشر سب نے دیکھ لیا۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم سرمایہ دار بنا دیں گے، تو سرمایہ داری کا انجام بڑی حد تک ظاہر ہو چکا ہے۔ مفکرِ مشرق نے اسی نظام سے تنگ آ کر کہا:

؎ جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی ⁂ اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

غرض، یہ سب جھوٹے نظریات اور جھوٹے دعویدار ہیں۔ ان کے سارے وعدے سبز باغ ہیں، اور دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔ (ماجدی)

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ "ہر دور میں جنوں اور انسانوں میں شیاطین ہوتے رہے ہیں، جو لوگوں کو دھوکہ دے کر طرح طرح سے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔
(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○ ۱۱۳ (۱۱۳) اور تاکہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اُن کے دل اُن (شیطانوں کی باتوں) کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ پھر وہ جو حرکتیں کرتے ہیں وہ اُن کو پسند بھی کرنے لگیں۔

شیطانوں کی اصل غرض

شیطانوں کی بدمعاشیوں کا بیان اوپر (قبل ازیں) آچکا۔ اب شیطانوں کی اصل غرض اور مقصد کو بتایا جا رہا ہے۔ ان کا اصل نشانہ عقیدۂ آخرت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ انسان کو بنا سنوار دیتا ہے۔ اِس لیے شیطانوں کے فریب سے بچنے کا واحد طریقہ آخرت کو یاد کرتے رہنا ہے۔ قبرستان جاتے رہنا، گذرے ہوئے لوگوں سے عبرت حاصل کرتے رہنا، اور خاص طور پر قرآن کو سمجھ کر پڑھتے رہنا بہترین طریقہ ہے آخرت کو یاد رکھنے کا۔

شیطان سب سے پہلے (۱) دلوں کو اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ یعنی اُن خواہشوں کو بھڑکاتا ہے جو دلوں میں کہیں دفن ہوتی ہیں۔ (۲) پھر وہ غلط باتوں کو دل کی پسند بنا دیتا ہے۔ (ماجدی)

پھر انسان کا حشر یہ ہوتا ہے: ؎

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زُہد ؎ پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

(۳) پھر عملاً گناہوں میں مبتلا کر دیا کرتا ہے۔ گویا آخر میں بحرِ گناہ میں ڈوبے ہوئے سر پر ہاتھ مار کر بالکل ہی گناہوں میں غرق کر دیا کرتا ہے، اور یہی اُس کی کامیابی ہے۔ اور اسی بات کی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے مہلت حاصل کی ہے کہ: "میں قیامت تک تیرے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا اور لوگوں کو ہر چہار طرف سے بہکاتا رہوں گا، اور پھر اکثر لوگ تیری ناشکر گذاری میں مبتلا رہیں گے۔

www.drhasanrizvi.com

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ (۱۱۴) تو کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصلے
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ کرنے کے لیے تلاش کروں؟ اور وہ تو وہی
مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ (خدا) ہے جس نے تمھاری طرف (اپنی) کتاب
الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ اُتاری ہے جو تفصیلی بیانات کی حامل ہے۔ اور
مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ جنھیں ہم نے (آسمانی) کتاب دی ہے وہ تو خوب
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ ۱۱۴ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) تمھارے پروردگار ہی کی طرف
سے سچائی کے ساتھ اُتارا گیا ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی

اگرچہ بظاہر خطاب جناب رسولِ خداؐ سے ہے کہ "آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے گا"۔ لیکن یہ خطاب عرب کے محاورے کے عین مطابق ہے کہ عرب بات کسی اور سے کہا کرتے تھے اور سُنانا کسی اور کو مقصود ہوتا تھا۔ یہاں بظاہر خطاب جناب رسولِ خداؐ سے ہے مگر سُنانا اُمّت کو مقصود ہے۔ (اس طرزِ بیان سے ناگواری بات کو گوارہ بنانا مقصود ہوتا ہے۔)
(تفسیر صافی ص ۱۶۲)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن میں تخاطب ہمیشہ رسولِ اکرمؐ سے نہیں ہوا کرتا۔ خدا کبھی اُمّت سے اور کبھی مشرکوں، کافروں، ملحدوں، منافقوں تک سے خطاب فرماتا ہے۔

یہ بات قرآن مجید میں بار بار بتلائی گئی ہے کہ پچھلی کتابوں میں حضور اکرمؐ کی علامات اتنی واضح بیان کی گئی ہیں کہ اہلِ کتاب حضور اکرمؐ کو بھی خوب اچھی طرح پہچانتے تھے، اور قرآن کی حقّانیت کو بھی جانتے تھے، مگر جان بوجھ کر نہیں مانتے۔ اِسی جان بوجھ کر نہ ماننے کو "کفرِ جحودی" کہتے ہیں۔
(فصل الخطاب)
ظاہر ہے کہ یہ بات جاننے والے اُن کے علماء تھے۔ عوام تو ویسے بھی کچھ نہیں جانتے۔ (تفسیر تبیان)
آیت کا مفہوم اور پیغام یہ ہے کہ: "اے رسولؐ! آپ یہ فرمادیں کہ جب اللہ نے اپنی کتاب میں

www.drhasanrizvi.com

صاف صاف تمام حقیقتیں بیان فرمادیں اور یہ قطعی فیصلہ بھی سُنا دیا کہ مافوق الفطری مداخلت کے بغیر حق پرستوں کو فطری طریقوں ہی سے حق کے غلبے کے لیے جدوجہد کرنی پڑے گی، تو کیا اب بھی اللہ کے سوا کوئی اور صاحبِ حکومت تلاش کروں جو اللہ کے اس فیصلے پر نظرِثانی کرکے اور ایسا کوئی معجزہ بھیجے جس کی وجہ سے کافر ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں ؟

قرآنی تعلیم کوئی نئی تعلیم نہیں

دوسری بات آیت میں یہ سمجھائی گئی ہے کہ قرآن کے پیغامات اور تعلیمات کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔ تمام وہ لوگ آسمانی کتابوں کا علم رکھتے ہیں، اس بات کی گواہی دیں گے کہ جو کچھ بھی قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہ ازلی اور ابدی حقیقتیں ہیں جنھیں کبھی سرِمو کوئی فرق نہ آیا ہے، نہ آئے گا۔ (تفہیم)

پرانی کتابوں میں رسولِ اکرمؐ کا ذکر

یاد رہے کہ اہلِ کتاب کے علما، حق کو خوب اچھی طرح سے جانتے تھے اور آخری نبیؐ کو خوب پہچانتے تھے۔ (قرطبی ۔ روح)

کیونکہ اُن کی کتابوں میں سب کچھ لکھا تھا۔ مثلاً " اوستا " میں زرتشت (جسے بہت لوگ نبی مانتے ہیں اور ہمارے رسولؐ سے بہت پہلے ایران میں گذرے ہیں) فرماتے ہیں: " میں نے دین کو مکمل نہیں کیا۔ میرے بعد ایک اور نبی آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا۔ اُس کا نام عالمین کی رحمت ہوگا "۔ یعنی وہ ساری کائنات کے لیے رحمت ہوگا۔ (اوستا)

ہندوؤں کی کتاب جسے شاید قرآن نے " زُبُرالاوّلین " یعنی " پُرانی کتابیں " کہا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اُن کی کتاب کا نام " پران " (پرانی) ہے۔ اور یہ دس " پران " ہیں۔ ان میں ایک پران میں لکھا ہے:

" آخری زمانے میں ایک شخص ریگستان کے علاقے میں پیدا ہوگا۔ اُس کی ماں کا نام " قابلِ اعتماد " (آمنہ) اور باپ کا نام " اللہ کا غلام " (عبداللہ) ہوگا۔ وہ اپنے وطن سے شمال کی طرف جاکر بسنے پر مجبور ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے وطن کو دس ہزار آدمیوں کی مدد سے فتح کرے گا جنگ میں اُس کا رتھ اُونٹ کھینچیں گے اور وہ اونٹ اس قدر تیز رفتار ہوں گے کہ آسمان تک پہنچ جائیں گے۔ " (غالباً یہ معراج کی طرف اشارہ ہے) (پران) ـــــ کہ قرآن نے سچ کہا تھا کہ:

" وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ٥ " (سورۃ الشعراء آیت ۱۹۶ ع ۲۶) (اور بلاشبہ وہی پُرانے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے)

www.drhasanrizvi.com

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ١١٥

(١١٥) اور آپؐ کے پالنے والے مالک کی بات سچائی اور عدالت کے معیار پر پوری اور مکمل ہے۔ اور اُس کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ سب کچھ سُننے والا، بڑا ہی جاننے والا ہے۔

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " امامؑ ماں کے پیٹ میں لوگوں سے باتیں کرتا ہے اور لوگوں کی باتیں سُنتا ہے۔ اور امامؑ جس وقت پیدا ہوتا ہے تو اُس کے دونوں شانوں کے درمیان (دوسری روایت کے مطابق داہنے بازو پر بھی) یہی آیت لکھی ہوتی ہے۔ پھر جب امامت اُس کے سپرد کی جاتی ہے تو خدا اُس کے لیے نور کا ایک ستون قائم کردیتا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی رعایا کے سارے اعمال دیکھتا ہے۔
(تفسیر صافی ص۱۶۲ بحوالہ کافی)

نتیجہ ۱ : محققین نے نتیجہ نکالے (۱) کسی میں یہ طاقت نہیں کہ خدا کے کلام میں کاٹ چھانٹ یا کسی قسم کی کوئی تبدیلی کرسکے۔ (تفسیر کبیر۔ قرطبی)

نتیجہ ۲ : امام رازی نے دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ قرآن کے دلائل اتنے مضبوط ہیں کہ منکروں کے شکوک و شبہات ان میں کوئی رخنہ پیدا نہیں کرسکتے۔ (تفسیر کبیر)

نتیجہ ۳ : تیسرا نتیجہ یہ نکالا کہ قرآن " صدق " ہے اس لیے کہ قرآن میں جتنے پُرانے واقعات بیان کیے گئے وہ ہمیشہ تحقیقات سے سچ ثابت ہوتے جائیں گے اور قرآن " عدل " ہے۔ اِس لیے کہ قرآنی تعلیمات افراط و تفریط سے پاک ہیں یعنی متوازن ہیں۔ (روح المعانی)

نتیجہ ۴ : چوتھا نتیجہ یہ نکالا کہ " تصریحاتِ قرآن کی طرح دلالاتِ قرآنی بھی واجب الاتباع ہیں۔ (قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ (۱۱۶) يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ ۱۱۶

اور اگر تم اِس زمین کے رہنے والوں کی اکثریت کا کہنا مانو گے تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے (کیونکہ) وہ صرف اپنے اندازوں، گمانوں اور قیاس آرائیوں کی پیروی کرتے اور اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔

اکثریّت کا طرزِ عمل گمراہی ہے

محققین نے آیت سے نتیجہ نکالا کہ "اکثریّت کا کسی بات کو مان لینا حق کا معیار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اکثریّت عام طور پر جاہل عوام کی ہوتی ہے۔ اور عوام کالانعام۔ عوام بھیڑ چال چلتے ہیں۔ عوام اکثر توہمات اور بے بنیاد عقیدوں کی پیروی کیا کرتے ہیں۔" (مجمع البیان)

کیونکہ اکثر لوگ علم کے بجائے قیاس اور گمان کی پیروی کیا کرتے ہیں، اُن کے سارے فلسفے اندازے و قوانین سب قیاس آرائیوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ اِس کے برخلاف اللہ کا راستہ، یعنی زندگی بسر کرنے کا وہ طریقہ جو اللہ کی رضامندی کے مطابق ہو، اُس حقیقی علم کے مطابق ہوتا ہے جو علم خود خدا نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اِس لیے طالبِ حق کو یہ کبھی نہ دیکھنا چاہیے کہ دُنیا کے اکثر لوگ کس راستے پر چل رہے بلکہ اس کو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہیے، چاہے اُس راستے پر چلنے کے لیے وہ پوری دنیا میں اکیلا ہی کیوں نہ رہ جائے۔ (تفہیم۔ مولانا مودودی) .... ڈاکٹر اقبال نے کہا:۔

ؔ عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں ⁂ راہبر ہوں ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات

ؔ جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں ⁂ بندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

ؔ گریز از طرزِ جمہوری، غلام پختہ کارے شو ⁂ کہ از فکرِ دو صد خر، فکرِ انسانی نمی آید

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

(یعنی، دو سو گدھے ملکر بھی ایک انسان کی فکر نہیں پیدا کر سکتے) اسی طرح کروڑوں انسان ملکر خدا کے لامحدود علم کے مقابلے پر کوئی قانون نہیں لا سکتے۔

اِسی لیے اہلِ حق اور عُرفاء کے نزدیک حقیقی امام وہی ہوگا جسے خدا امام مقرّر فرمائے، لوگوں کے ووٹوں سے لیڈر بن سکتے ہیں، امام اور ہادی نہیں بن سکتے۔ لیڈر لوگوں کی رضامندی اُن کی نبض دیکھ کر پہچان لیتا ہے، اور اسی بات کو زور زور سے کہتا ہے۔ اِس طرح لیڈر بن جاتا ہے مگر امام تو ہادی ہوتا ہے۔ وہ خدا کی مرضی کا ترجمان ہوتا ہے، اِس لیے وہ اکثر لوگوں کی خواہشات کے خلاف ہدایت دیتا ہے۔ اسی لیے ہادی کو اکثریّت قبول نہیں کرتی، لیڈروں کو اکثریّت قبول کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اُن کا چُنا ہوا ہوتا ہے تو اُن کے دل کی آواز ہوتا ہے۔ اور امام "ہادی" خدا کا چُنا ہوا ہوتا ہے تو وہ خدا کی مرضی سے بولتا ہے اور اُسی کی آواز ہوتا ہے۔

آیتِ مجیدہ صاف نشاندھی کر رہی ہے کہ لوگوں کا سوادِ اعظم عموماً گراہی پر رہا کرتا ہے اور تھوڑے ہی لوگ حق پر رہا کرتے ہیں۔ اِسی بناء پر ارشاد فرمایا کہ "اگر آپ اکثریّت کے پیچھے جائیں گے تو وہ آپ کو راہِ راست سے بھٹکا دیں گے۔ یعنی قلت یا کثرت صداقت کا معیار نہیں ہے۔ حق والوں کو اپنی قلت سے گھبرانا نہیں چاہیے اور باطل پرستوں کو اپنی کثرت پر اترانا نہیں چاہیے۔

(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۴۹)

جناب امیر المومنینؑ نے پیغمبرِ اکرمؐ کی حدیث: "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰیؑ" یعنی (اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی نسبت و منزلت ہے جو ہارُون کو موسیٰؑ سے تھی) کے بارے میں فرمایا:

كما هارونٌ من موسٰى اخوه ٭ كَذٰلك اَنا اَخُوه و ذاك اسمي

لذٰلك اقامني لهم اماماً ٭ و اخبرهم به بغدير خُمٍ

یعنی: جس طرح ہارُون موسیٰؑ کے بھائی تھے، اِسی طرح میں آنحضرتؐ کا بھائی ہوں اور یہی میرا نام ہے اِسی لیے آنحضرتؐ نے مجھ کو لوگوں کا امام بنایا، اور اِس بات کی آپؐ نے لوگوں کو غدیرِ خُم میں خبر دی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ (١١٧) عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ ١١٧

حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا پالنے والا مالک ہی بہتر جانتا ہے[1] کہ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (١١٨) اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○ ١١٨

پس اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو جس (حلال) جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اُس کا گوشت کھاؤ۔

خدا کا علم

[1] خدا سے بہتر جاننے والا کون ہو سکتا ہے، اِس لیے کہ خدا نہ صرف ظاہری باتوں کو جانتا ہے، بلکہ دل کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔

حال کو بھی جانتا ہے مستقبل کو بھی جانتا ہے جبکہ لوگ صرف ظاہری اعمال کو دیکھ سکتے ہیں۔ (تفسیر تبیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگر انسان اتنی بات سمجھ لے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے اور جو کچھ کر رہا ہے اُس کو ایک دن بہت بڑے مجمع میں سُنایا جائے گا تو وہ اپنی اصلاح کر لے گا۔" (الحدیث)

ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا ضروری ہے

[2] "جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو" اِس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (مجمع البیان)

آیت میں اِس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ ہر حلال چیز کھاؤ اور جن چیزوں کو مشرکین نے از خود خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اُن سے پرہیز نہ کرو۔ اُن کی لگائی ہوئی پابندیاں غلط ہیں۔ اگر ذبح کرتے وقت حلال جانور پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہے تو پھر اُس کو کھاؤ۔ اُس سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (فصل الخطاب)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ: اگر تم اللہ کو اپنا حکمراں مان چکے ہو تو اُن تمام اوہام اور من گھڑت خیالات اور پابندیوں کو توڑ ڈالو جو خدا نے نہیں لگائیں، بلکہ لوگوں نے خود لوگوں کو پابندیوں میں جکڑ دیا ہے حلال اور حرام صرف خدا کی طرف سے ہے۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ (۱۱۹) اور آخر تمھیں کیا حق ہے کہ تم اُس چیز کو نہ کھاؤ
اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے ؟ حالانکہ اُس نے اُن
لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا چیزوں کو تفصیل سے بتا دیا ہے جو اُس نے تم پر حرام کی
اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا ہیں، سوا اُس کے جس کو تمھیں مجبوراً کھانا پڑ جائے۔
لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اور یقیناً بہت سے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ علم کے
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ○ ۱۱۹ بغیر صرف اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کرتے ہیں۔
یقیناً تمھارا پروردگار حد سے تجاوز کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ (۱۲۰) اور تم علانیہ اور خفیہ گناہوں سے بچو۔ کیونکہ یقیناً
الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ جو لوگ بھی گناہ کرتے ہیں اُنھیں اُن کے کیے کی سزا
بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ○ ۱۲۰ ضرور بھگتنی پڑے گی۔

اِثم کے معنی اور انسان کے اختیار کا ثبوت

"اِثم" کے عام لفظی معنی "گناہ" اور نافرمانیاں ہیں اور باطن (خفیہ) "چھپے ہوئے" گناہوں سے مراد، شرک ہے اور اصولِ دین کے بارے میں شک و شُبہ ہے۔
(تفسیر صافی صـ ۱۶۲ بحوالہ تفسیر قمی)

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ گناہ کرنا اختیاری چیز ہے۔ اِس لیے کہ خدا نے فرمایا: "جو گناہ کما رہے ہیں" اگرچہ یہ اختیار بھی خدا ہی نے امتحاناً عارضی طور پر ہمیں عطا فرمایا ہے۔ گویا کافر یا گناہگار کا وجود انسان کے بااختیار ہونے کی دلیل ہے۔ (ماجدی)

ظاہری گناہوں سے مراد گناہوں کی عملی شکل اور ..... چھپے ہوئے گناہوں سے مراد غلط عقیدے اور باطل نظریات ہیں جو قلب میں چھپے رہتے ہیں (حسد وغیرہ)
(قرطبی۔ تفسیر کبیر، ابنِ جریر از قتادہ)

نتیجہ : عارفین نے نتیجہ نکالا کہ جس طرح اعضاء و جوارح سے گناہ ہوتے ہیں، ویسے ہی دل و دماغ بھی گناہ کرتے ہیں۔
(تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۠ (١٢١)

اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اُس کا گوشت نہ کھاؤ۔ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ شیاطین تو اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و وساوس ڈالتے ہی رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے مباحثہ اور جھگڑا کریں، لیکن اگر تم نے اُن کی اطاعت کرتے ہوئے اُن کی بات مان لی تو پھر یقیناً تم مشرک ہو۔

اگر بوقتِ ذبح اللہ کا نام لینا بھول جائے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ: "ایک شخص نے ایک جانور کو ذبح کیا اور خدا کا نام نہیں لیا؟" حضرت امامؑ نے فرمایا: "اگر وہ خدا کا نام لینا بھول گیا تھا تو درمیان میں جب یاد آئے خدا کا نام لے لے، اور یہ بھی کہے بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰٓى اَوَّلِهٖ وَ اٰخِرِهٖ (یعنی) اللہ کے نام سے ابتدا، اوّل بھی اور اس کے آخر بھی۔ (یا) شروع سے آخر تک"۔

پھر آپؑ سے پوچھا گیا کہ: "اگر کسی شخص نے ذبح کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ (یا) اللہ اکبر (یا) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (یا) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ؟" حضرت امامؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کیونکہ اِن سب کلمات میں خدا کا نام موجود ہے۔ اِس لئے اِن کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ذبیحہ حلال ہے) (تفسیر صافی صفحہ ١٦٢ بحوالہ کافی)

آخر میں جو یہ کہا گیا ہے کہ "اگر تم مشرکوں کا کہنا مانو گے تو مشرک ہو جاؤ گے"۔ اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ: اگر تم اُن کے کہنے پر گناہ کرو گے اور حرام چیز کھا لو گے تو پھر رفتہ رفتہ اُن کی بات مانتے مانتے شرک کرنا بھی مان لو گے"۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "خدا کے حکم کے خلاف ان شیاطین کی اطاعت کرنا بھی خود ایک قسم کا شرک ہے۔ (تفسیر تبیان)

شیطانوں کی وحی

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہودی علماء رسولِ خداؐ سے عجیب و غریب سوالات پُچھوا کر حضرت رسولِ خداؐ کو پریشان کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اُن میں ایک سوال یہ بھی پُچھوایا

www.drhasanrizvi.com

کرتے تھے کہ: "آخر یہ کیا بات ہے کہ جس جانور کو خدا مارے وہ تو حرام ہو، اور جسے ہم ذبح کریں وہ حلال ہو؟"

ایسے ہی اُلٹے سیدھے سوالات کو اِس آیت میں "شیطانوں کی وحی" قرار دیا ہے۔ (تفہیم) جس اپنی مخلوق پر جس

چیز کو اپنی حکمت کے مطابق جائز قرار دیتا ہے، وہی جائز ہے، اور جسے ناجائز قرار دیتا ہے، وہ ناجائز ہے۔

ایسے صاف ستھرے فلسفے اور اللہ کے علم کے مقابلے پر یہ رٹ لگائے رکھنا، کہ ایسا کیوں کیا اور ویسا کیوں

نہ کیا؟ یہی سب "شیطانوں کی وحی" کے کمالات ہیں۔ گویا ہم بڑے دُور کی کوڑی ڈھونڈ کر نکال لائے ہیں۔

خدا کا پیغام بس یہ ہے کہ: (١) پوری زندگی سراسر اللہ کی اطاعت میں بسر کی جائے۔ اُصولِ دین کو

عقل سے سمجھا جائے۔ احکاماتِ الٰہی کو سُن کر اُس کی بے چون وچرا اطاعت کی جائے، اِس لیے یہ فروعی احکامات

ہماری اطاعت اور فرماں برداری کا امتحان لینے کے لیے اُتارے گئے ہیں۔

(٢) دوسرے یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو مستقلاً قابلِ اطاعت ہرگز نہ مانا جائے، ورنہ یہ شرک

کے مترادف ہوگا۔

(٣) تیسرے یہ کہ خدا کا فرمانا کہ: "اُس جانور میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو"۔ تو اِس

سے مشرک، ملحد، کافر کا ذبیحہ حرام ہوگیا۔ کیونکہ وہ خدا کا نام لینے سے رہا۔ اب رہا سوال مسلمان کے ذبیحے کا،

اگر مسلمان ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر خدا کا نام نہ لے، تو وہ بھی حرام ہوگا۔ لیکن اگر ذبح کرتے وقت خدا کا نام

لینا بھول جائے تو بعد میں نام لے لے، تو ذبیحہ جائز ہوگا۔

(ابن کثیر بقول حضرت علیؑ، ابنِ عباسؓ، سعید ابنِ مسیب، طاؤس، عطا، حسن البصری وغیرہ)

نتیجہ:

(٤) فقہاء نے آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دینا انسان کو مشرک بنا دیتا ہے۔

(قرطبی ۔ معالم)

بشرطیکہ وہ حلال کو دل سے حرام سمجھے۔ اگر صرف عملاً نہیں کھاتا، یا کسی حلال چیز

سے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے عملاً پرہیز کرتا ہے تو گناہگار ہوگا، مشرک نہ ہوگا۔

(ابن العربی)

www.drhasanrizvi.com

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ (۱۲۲) جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۲۲

کیا وہ انسان جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لیے ایک نور بنایا جس کی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے، اُس انسان جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں اس حال میں پڑا ہو کہ کسی طرح اُن اندھیروں میں سے نکل ہی نہ سکتا ہو؟ اسی طرح کافروں کی نظر میں اُن کے (بُرے) کام جو وہ کیا کرتے ہیں، سجا بنا کر خوبصورت بنا دیے گئے ہیں۔

زندہ کرنے کے اصل معنی

"مُردہ تھا اُسے ہم نے زندہ کیا" یعنی کافر تھا، اُسے ہم نے ایمان کی طرف ہدایت کی۔ یا "جہالت میں تھا" ہم نے اُسے علم عطا کیا۔ خدا نے اس آیت میں ایمان کو زندگی اور کفر کو موت قرار دیا ہے۔
(تفسیر تبیان و مجمع البیان)

کافر اور مومن کے ساتھ خدا کا طرزِ عمل

اور خدا کا فرمانا کہ: "اسی طرح کافروں کی نظر میں اُن کے بُرے کام سجا بنا کر خوبصورت بنا دیے گئے" یعنی جس طرح ایمانداروں کو ایمان اور نیک عمل کا راستہ بھلا لگتا ہے، اسی طرح حق کے منکروں کو اپنی جہالت اور بُرے کام اچھے بھلے لگتے ہیں۔ اور یہ نتیجہ ہے اُن کے اپنے اختیارات کے غلط استعمال کا۔ (جلالین فصل الخطاب)

غرض اس آیت میں موت سے مراد جہالت اور بے عقلی کی زندگی ہے۔ اور زندگی سے مراد، علم، اِدراک، شعور اور حقیقت شناسی کی زندگی ہے۔ جو شخص صحیح اور غلط کی تمیز نہیں کر سکتا وہ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق لاکھ زندہ ہو مگر حقیقت میں اُسے انسان کی زندگی میسّر نہیں۔ وہ زندہ حیوان تو ضرور ہے مگر زندہ انسان نہیں کیونکہ اُسے نیکی بدی، حق اور باطل کا شعور نہیں۔ (تفہیم)

بُرے لوگوں کے ساتھ اللہ کا طرزِ عمل

دوسری حقیقت آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جو لوگ ٹیڑھے راستوں پر چلنے کو ترجیح دیتے ہیں اور بُرائیوں پر بُرائیاں کرتے ہی چلے جاتے ہیں، تو اُن کے لیے اللہ کا قانون یہ ہے کہ: پھر اُن کو وہ اندھیرے ہی اچھے لگنے لگتے ہیں۔ پھر اُن کو جھاڑیاں اور کانٹے گُل و گلزار نظر آتے ہیں۔ ہر بدکاری اُن کو اور زیادہ مزہ دیتی ہے، ہر حماقت کو وہ اپنی تحقیق، ہر اپنے فساد کو مکّاری اور عقلمندی سمجھتے ہیں۔
(تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ (١٢٣) اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ١٢٣

اور اِسی طرح ہم نے ہر بستی میں کچھ بڑے بڑے مجرموں کو اِس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنی مکّاریوں اور بدمعاشیوں کے خوب منصوبے بنالیں لیکن حقیقتاً وہ اپنے ہی مکروفریب کے جال میں خود آپ ہی پھنس جائیں گے۔ لیکن اُنھیں اِس بات کی سمجھ نہیں ہے۔

بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ خدا کا طرزِ عمل

یہ بڑے بڑے مجرم اِس لیے نہیں پیدا کیے گئے تھے کہ وہ مکّاریوں پر مبنی منصوبے بنائیں۔ مگر کیونکہ اُنھوں نے خود ہی کام اپنے لیے اختیار کرلیا اور خدا نے اُن کو ایسا کرنے کی اجازت اور اختیار دے دیا' اِسی لیے فرمایا کہ: "ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو اِس بات کی اجازت دے دی" یہ بات آخری نتیجے کے طور پر فرمائی گئی ہے۔ (مجمع البیان)

چالبازیوں کا انجام

آیت کا پیغام یہ ہے کہ: "جو لوگ انبیاء، و مرسلین و مصلحین اور نیک لوگوں کے خلاف چالبازیاں' مکّاریاں' بدمعاشیاں کرتے رہتے ہیں' وہ حقیقتاً ہوشیار اور سمجھدار نہیں ہوتے' کیونکہ اُن کی یہ ساری چالیں خود اُن ہی کے خلاف پڑتی ہیں۔ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسلّی دی جارہی ہے کہ" اسی طرح مکّے کے قریش کی چالیں بھی خود اُن ہی کو بھگتنی پڑیں گی۔ (کشّاف، تفسیر کبیر)

خداوندِ کریم نے مکّاروں اور گنہگاروں کے تقرّر کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ اُس نے اُن کو ایمان کی طرف تو مجبور کیا نہیں۔ بلکہ اُنھیں اُن کے اختیار پر ہی چھوڑ دیا۔ (تفسیر انوار النجف جلد ٥ صفحہ ٢٥١)

" اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا " (یقیناً ہم نے اُسے راہ مستقیم دکھادی، خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا) (سورۃ الدھر ٧٦ - آیت ٣)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ (۱۲۴)	جب بھی اُن کے سامنے کوئی خدا کی نشانی
نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ	یا معجزہ آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ: "ہم تو ہرگز بھی اِس
رُسُلُ اللّٰهِ ۘؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ	چیز کو نہ مانیں گے' جب تک ویسی ہی چیز خود ہم کو
يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ	بھی نہ دی جائے' جو رسولوں کو دی گئی ہے"۔ اللہ
اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ	خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کا کام کس جگہ رکھے۔
شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝ ۱۲۴	بہت قریب ہے' وہ وقت کہ جن لوگوں نے جرم کیا ہے

وہ اپنی مکّاریوں کے سبب سے خدا کے ہاں سخت ذلّت اور سخت عذاب میں گرفتار رہوں گے۔

مکّاروں کے بے ہنگم مطالبات

آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ: "کافروں کے کچھ سردار کہتے تھے کہ ہم تو نبیؐ کو نبی اُس وقت مانیں گے جب ہم خود بھی نبی بن جائیں گے۔ فرشتوں کو دیکھ سکیں گے اور اُن کی باتیں سُن سکیں گے"۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ:

"نبوّت حسب نسب اور مال و اولاد پر موقوف نہیں۔ بلکہ وہ فضائلِ انسانی پر موقوف ہے۔ خدا اپنی رسالت کیلئے ایسے شخص کو منتخب کرتا ہے جس میں اُس کام کی صلاحیت پاتا ہے۔ (تفسیر صافی ص ۱۶۲' قرطبی' تفسیر کبیر)

نتیجہ: محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ: پیغمبروںؑ کی عظمت' رسالت ہی کی وجہ سے نہیں ہوتی' بلکہ بنیادی اعتبار سے انکے اعلیٰ اوصاف اور کردار کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ خدا کا علم تجربے اور مشاہدے کا محتاج نہیں' اِس لئے وہ نبی کے اوصاف دنیا میں ظاہر ہونے سے پہلے ہی اُن کا انتخاب کر لیتا ہے۔ اِسی لیے حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا: "میں اللہ کا بندہ ہوں' اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور اُسی نے مجھے نبی قرار دیا ہے۔" (سورہ ۱۹ آیت ۳۰)........ اور ہمارے پیغمبرؐ نے فرمایا: "کُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ"

یعنی: "میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ مٹّی اور پانی کے درمیان تھے"۔ (الحدیث) (فصل الخطاب)

نتیجہ: محقّقین نے نتیجے نکالے کہ (۱) ذاتی استعداد خدا کے فیضان کو حاصل کرنے کیلئے شرط لازم ہے۔ (تھانوی)

(۲) اور یہ کہ خدا عادلِ حقیقی ہے۔ (۳) اور یہ کہ ایسا کہنے والے ضدّی حق دشمن مجرموں کو حشر میں سخت ذلّت کا سامنا پڑے گا' بلکہ دُنیا اور آخرت دونوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ (کشّاف' تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ (۱۲۵)
صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ
يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا
حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ
كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ
عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱۲۵

پس جسے خدا سیدھے راستے پر لگانا چاہتا ہے اُس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑ دینا چاہتا ہے اُس کے سینے کو تنگی کے ساتھ بالکل ہی بند کر دیتا ہے، جیسے کہ وہ آسمان میں بہت اونچا ہوتا جا رہا ہو۔ اس طرح اللہ (حق سے نفرت کی) گندگی کو اُن لوگوں پر ڈال دیتا ہے جو (کسی طرح بھی) حق بات کو نہیں مانتے۔

شرحِ صدر کے معنی

شرحِ صدر: دل یا سینے کے کُھل جانے سے مراد، دل کا حق بات کو قبول کر لینا ہے۔ یعنی قلب کا اُن تمام باتوں سے صاف ہو جانا، جو حق بات کو قبول کرنے سے روکنے والی ہیں۔

(اس لیے شرحِ صدر کے معنی حق کو قبول کر لینے کی صلاحیت کے ہوتے ہیں) (تفسیر صافی ص ۱۶۳)

کسی نے جنابِ رسولِ خداؐ سے "شرحِ صدر" کی بابت سوال کیا کہ "وہ کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "وہ ایک نور ہے، جو خدا مومن کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور اسی سے اُس کا سینہ کُھل جاتا ہے۔" راوی نے پوچھا: کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "دار البقاء (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا اور دُنیا کے دارِ فریب سے دل برداشتہ ہونا، اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لیے تیار رہنا۔" (تفسیر مجمع البیان)

سینہ تنگ ہو جانے کے معنی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ضیق" یعنی: "سینہ تنگ ہونے" کے معنی دل کا ایسا ٹھوس ہو جانا کہ اُس میں کوئی سوراخ نہ رہے کہ جس سے وہ کچھ سُن، سمجھ سکے۔" (تفسیر صافی ص ۱۶۳ بحوالہ معانی الاخبار)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: آپؐ نے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ "حرج" (سینے کا سخت و ٹھوس ہونے) سے کیا مراد ہے؟ راوی نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ کی تمام اُنگلیوں کو بند کیا،

www.drhasanrizvi.com

پھر فرمایا: "ایسی ٹھوس، سخت بند چیز، جس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے اور نہ کوئی چیز باہر نکل سکے۔"
(تفسیر عیاشی)
یاد رہے کہ "اللہ کا چاہنا" ہمیشہ انسان کے طرزِ فکر و عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اسی لیے آخر میں فرمایا:
"اس طرح اللہ (حق سے دور بھاگنے اور حق سے نفرت کرنے کی) گندگی کو اُن لوگوں پر ڈال دیا کرتا ہے جو (کسی طرح) سچی بات کو نہیں مانتے۔"
اِن الفاظ سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوا کہ اُن کا ایمان نہ لانا اللہ کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں، بلکہ اللہ کا جو عمل ہے وہ اُن کے اپنے آپ ایمان نہ لانے اور حقیقت سے انحراف کر لینے کا نتیجہ ہے۔ (مجمع البیان)

اب اس بات کے برعکس "شرحِ صدر" یعنی: "سینے کو اسلام کے لیے کھول دینا" بھی انسان ہی کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا نے خود دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں، ہم اُنھیں اپنے راستوں پر لگا دیتے ہیں۔" وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "(القرآن) (عنکبوت آیت ۶۹)

غرض "سینہ کھول دینے" کا مطلب: اسلام کی حقیقتوں کو دل و دماغ میں اُتار دینا اور اُسے مزید بصیرت عطا کرنا ہوتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ)

اِس طرح کہ شیطانی خیالات اور شبہات سے انسان پاک ہو جائے۔ (مجمع البیان)

خدا کا طرزِ عمل انسان کے ساتھ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: جو شخص خود اپنی مرضی سے حق سے انحراف کرتا ہے، اللہ بھی اُس کی طرف سے بے توجہی اختیار فرما لیتا ہے، پھر اُس کے ذہن کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی حق دشمنی کی وجہ سے اپنی عقل و شعور سے کام لینا بند کر دیتا ہے۔ اِس طرح اُس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے یعنی اُس کے لیے حق کو قبول کرنا بہت مشکل اور سخت ناگوار ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد وہ اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔
(تفسیر تبیان - شاہ ولی اللہ)

غرض اِس تشبیہ سے مقصود اُس شدید تکلیف کا اظہار ہے جو کافر کو ایمان لانے کے خیال سے ہوتی ہے۔
(قرطبی۔ روح)

یہاں خدا کے ارادے سے مراد مشیتِ تکوینی و تقدیری ہے، اس کا رضائے الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔
(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ (۱۲۶) حالانکہ یہ تو تمہارے پالنے والے مالک کا سیدھا راستہ ہے۔
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝۱۲۶ اور ہم نے خود اپنی نشانیوں کو اُن لوگوں کے لیے تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا ہے جو نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ (۱۲۷) اُن کیلئے اُن کے پالنے والے مالک کے ہاں امن،
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۲۷ چین اور سلامتی کا گھر ہے اور وہی اُن کا سرپرست بھی ہے۔ یہ سب صِلہ ہے اُن کے اچھے کاموں کا جو وہ (دُنیا میں) کیا کرتے تھے۔

نشانیوں سے فائدہ اُٹھانے والے

آیتیں تو سب کے لیے ہیں لیکن اُن سے فائدے صرف اور صرف وہی لوگ اُٹھاتے ہیں جو عقل و ہوش سے کام لیتے ہیں یعنی جن میں طلبِ حق ہوتی ہے۔ (ماجدی)

دارُالسّلام (سلامتی کا گھر) "سلامتی کے گھر" سے مراد جنّت ہے۔ جہاں ہر آفت اور ہر خرابی سے انسان محفوظ اور سلامت رہے گا۔ جہاں حُزن و ملال تک نہ ہوگا۔ اور نہ وہاں کوئی بیماری ہوگی، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یعنی وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ برتاؤ

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کا اپنے بندوں سے تعلق قائم ہوتا ہے، وہ ان بندوں کے عمل کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جو اللہ کے نیک بندے خدا کے ولی بن جاتے ہیں۔ ولی کے معنی قریب کے ہیں۔ اور خدا کا اُن کو ولیِ خدا کہنا اُن کا انتہائی شرف ہے۔ اور بندوں سے اللہ کے قُرب کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر)

جنّت کو دارالسّلام اِس لیے کہا گیا ہے کہ وہ جگہ ہر قسم کی آفت سے محفوظ ہے۔
(قرطبی، بیضاوی)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ ۱۲۸

(۱۲۸) اور جس دن وہ اُن سب کو اکٹھا کرے گا (پھر کہے گا) اے جنّوں کے گروہ! تم نے انسانوں پر خوب ہاتھ صاف کیا، تو انسانوں میں سے اُن (جنات) کے دوست کہیں گے: "اے ہمارے مالک! ہم نے ایک دوسرے سے خوب خوب فائدے اُٹھائے، اور اسی طرح ہم نے اپنی عمر گزار دی جو تُو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ وہ (اللہ) فرمائے گا: "اب جہنّم کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے، اس میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، سوا اُن لوگوں کے جن کو اللہ نے بچانا چاہا۔ بیشک تمہارا پالنے والا مالک ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

جنات سے مراد گروہِ جنات سے مراد شیاطین ہیں۔ یہی انسانوں کو بہکاتے ہیں، اور خدا انسانوں کی بداعمالی کی وجہ سے اُن شیاطین کو ظالموں پر مسلّط کر دیا کرتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ)

اللہ کے چاہنے کا اصول اور اللہ کا یہ فرمانا کہ: "جہنّم سے بس وہی بچیں گے جنھیں اللہ بچانا چاہے گا"، تو اللہ کا چاہنا کبھی بلاوجہ مجرّد خواہش کی بنا پر نہیں ہوا کرتا کیونکہ وہ حکیم و علیم ہے۔ اس لئے اُس کا چاہنا علم و حکمت پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ جس کے متعلق اُس کی حکمت، رحمت اور عدالت معاف کرنے کا فیصلہ کرے گی اُس کو معاف کیا جائے گا اور جس کے متعلق اُس کی عدالت اور حکمت سزا کا فیصلہ کرے گی، اُس کو سزا دی جائے گی۔ (تفہیم)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "جو لوگ دُنیا میں شیطان صفت انسانوں یا جنّوں سے تعلقات رکھتے ہیں، وہ اُن کی باتوں میں آ کر گمراہی کے کام انجام دیتے ہیں۔"

شیطانوں کا یہ کہنا کہ: "ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدے اُٹھائے"، یعنی ہم نے انسانوں میں خوب غلط عقیدے پھیلائے، اس طرح گمراہوں کو گمراہ کرنے کا لطف آیا۔ اس طرح ہمیں اس بات کا لطف آیا کہ ہم نے اپنے حریف آدمؑ کی اولاد کو کیسا بے وقوف بنا کر ذلیل کیا۔ (بیضاوی)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۲۹) اور اسی طرح ہم ظالموں کو آپس میں ایکدوسرے
بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۱۲۹ کا ساتھی بنائیں گے، اُس کی کمائی کی وجہ
سے جو وہ (دُنیا میں آپس میں مِل جُل کر) کیا کرتے تھے۔

محبّت کی اہمیت جو شخص جس گروہ سے محبت رکھے گا، وہ اُسی کے ساتھ محشور ہوگا، اگرچہ وہ اُن کی جنس میں سے بھی نہ ہو۔ (صافی ص۱۶۳ بحوالہ تفسیر قمی)

ظالم سے خدا کس طرح انتقام لیتا ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ:

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خدا نے ظالم سے انتقام ہمیشہ ظالم ہی کے ذریعے سے لیا ہے۔ اور یہ بات خدا کے اسی قول سے ثابت ہوتی ہے۔" (تفسیر عیاشی بحوالہ کافی)

جِنّوں میں نبوّت ؟ ایک شامی نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: "کیا خدا نے جنّوں میں بھی کوئی نبی بھیجا تھا؟" آپؑ نے فرمایا: "ہاں، ایک نبی بھیجا تھا جس کا نام یوسفؑ تھا۔ اُس نے جنّوں کو خدا کا حکم سُنایا، مگر جنّوں نے اُسے قتل کر دیا۔" (تفسیر صافی ص۱۶۳، بحوالہ عیون الاخبار الرضاؑ)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "خدا نے حضور اکرمؐ کو جنّوں کے لیے بھی نبی بنایا اور آدمیوں کیلئے بھی۔" (تفسیر صافی ص۱۶۳)

بداعمالیوں کی سزا ؟ خدا کا فرمانا کہ: "اِس طرح ہم ظالموں کو ایکدوسرے کے سپرد کر دیتے ہیں۔" یعنی: شیاطین اور ظالمین ایکدوسرے کو خوب بہکاتے رہتے ہیں۔" اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ: "ہم اُن کو اُن کی بداعمالیوں کی سزا میں اپنی سرپرستی سے خارج کر دیا کرتے ہیں۔ (فصل الخطاب)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح بدکار لوگ دنیا میں بُرائیوں کے انجام دینے میں ایکدوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے اُسی طرح آخرت کی سزا پانے میں بھی ایکدوسرے کے شریکِ حال ہوں گے۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی)

عرفاء نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ جب رعایا ظالم ہو جاتی ہے تو ظالم حاکم اُن پر مسلّط کیے جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) "جب میری اُمت فاسق و فاجر ہو جائیگی تو خدا ان پر ظالم حاکم اور اُن ہی میں سے چند لوگوں کو مسلّط کر دیگا جو، اُن کی خوب خبر لیں گے اور اُن کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا۔" (ترجمہ من لایحضرہ الفقیہ)

www.drhasanrizvi.com

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ ۱۳۰

اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمھارے پاس خود تم ہی میں سے وہ خدا کا پیغام لانے والے نہیں آئے تھے، جو تمھارے سامنے میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تم کو اِس دن کے آنے سے ڈراتے تھے؟ اِس پر وہ کہیں گے: "بیشک ہم اپنے ہی خلاف گواہی دیتے ہیں"۔ (دراصل) اُن کو دُنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، اور اب اُنھوں نے خود اپنے ہی خلاف گواہی دے دی کہ بیشک وہ حقیقتوں کو ماننے سے اِنکاری تھے۔

کافروں کی خود اپنے خلاف گواہی

کافروں کا یہ کہنا کہ: "ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے تو رسولوں پر رسول آئے اور ہمیں حقیقتیں بتائیں، مگر ہم نے کسی کی نہ سُنی۔

غرض ہم بے خبر یا ناواقف نہ تھے، بلکہ حق ہم تک پہنچا تھا۔ ہم نے خود اُس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (تفہیم)

جنّات میں سلسلۂ نبوّت پر تحقیق

اِس آیت کے ذیل میں یہ بحث چھڑی کہ "کیا جنّات میں بھی سلسلۂ نبوّت قائم ہے"؟

ضحاک تابعی جنّات میں بھی سلسلۂ نبوّت کو مانتے ہیں۔ (ابنِ جریر از ضحاک، مدارک)

لیکن دیگر اکابرین اِس بات کو نہیں مانتے۔ جمہورِ علماء کا فیصلہ یہی ہے کہ انبیاء صرف انسانوں میں پیدا ہوتے ہیں، جنّات میں اُن کے نائب یا نذیر ہوتے رہے۔ (قرطبی، ابنِ جریر، مدارک، ابنِ کثیر)

البتہ اس پر اجماع نہیں ہے، کیونکہ اِس بات کی کوئی قطعی حجّت نہیں۔ (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ (۱۳۱) یہ (گواہی اِس لئے لی جائے گی تاکہ معلوم ہوجائے)
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ○ ۱۳۱ کہ تمہارا پالنے والا مالک ایسا نہیں کرتا کہ آبادیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ و برباد کر ڈالے جبکہ اُن بستیوں کے رہنے والے حقیقت سے واقف بھی نہ ہوں۔

اتمامِ حجّت کے بغیر سزا نہیں دی جاتی

"حقیقت سے واقف نہ ہونا" یا "بیخبر ہونا" سے مراد یہ ہے کہ "اُن کے لیے خدا نے اپنا پیغام پہنچانے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا ہو"۔ (جلالین)

اِس صورت میں اُن کو اُن کی غلطیوں پر سزا نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ وہ خلافِ عدل ہوگا اور ظلم قرار پائے گا۔ اور ظلم سے بڑی بُرائی کیا ہوسکتی ہے ؟ اور خدا ہر بُرائی سے پاک ہے۔

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "خدا عینِ عدل ہے۔ وہ کبھی ظلم نہیں کرتا"۔ اِسی سے فقہاء نے یہ نتیجہ : نکالا کہ: "تکلیف (احکام کی پابندی) بلا بیان، قبیح ہے"۔ یہی بات "اصولِ برأۃ" کی بنیاد بنی۔ اور علمِ کلام کے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا کہ: "خدا پر لازم ہے کہ خلقِ خدا کو صحیح راستہ بتا کر حجّت تمام کرے۔ (فصل الخطاب - شاہ ولی اللہ)

خدا کسی قیمت پر بھی اپنے بندوں کو یہ موقع دینا نہیں چاہتا کہ وہ خدا کے مقابلے پر یہ کہہ سکیں کہ آپ نے ہمیں ابدی حقیقتیں بتائی ہی نہیں اور نہ ہمارے واسطے سیدھا راستہ دکھانے کا کوئی انتظام فرمایا۔ اِسی لیے ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے غلط راستے پر چل پڑے۔ اِس بات کو خدا ہرگز سننا نہیں چاہتا۔ اِسی لیے اُس نے کتابیں، پیغمبرؑ اور ہادیؑ بھیجے تاکہ حجّت تمام ہوجائے۔ اب اگر کوئی شخص غلط راستے پر چلے تو اُس کا وہ خود ذمّے دار ہو۔ اللہ پر اُس کی کوئی ذمّے داری نہ رہے۔ (تفہیم)

یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ پیغمبروںؑ کا بھیجنا اِسی لیے ہوتا ہے کہ منکروں پر خوب اچھی طرح سے اِتمامِ حجّت ہوجائے۔ کیونکہ خدا بے خبری میں کسی کو سزا نہیں دیتا۔
(بیضاوی)

www.drhasanrizvi.com

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ (۱۳۲) (بلکہ) ہر شخص کا درجہ اُس کے کاموں
وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۳۲ ہی کے لحاظ سے ہے جو اُس نے کیے۔ اور
تمہارا پروردگار اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے تھے بےخبر نہیں۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ (۱۳۳) اور تمہارا پالنے والا مالک بے نیاز ہے اور رحمت
يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ والا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے
مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ اور تمہارے بعد تمہاری جگہ جس کو چاہے لے آئے،
ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ ۱۳۳ جیسے کہ تم کو اُس نے کچھ اور لوگوں کی نسل سے پیدا کر دیا۔

انسانی مراتب کا معیار

١ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق آخرت کے درجات اور مراتب کا دار و مدار اعمال پر ہوگا، اور اعمال کی صحت کا دار و مدار ایمان پر ہے۔ ایمان بغیر عمل کا تصور قرآن کی روشنی میں ممکن ہی نہیں۔ (فصل الخطاب)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "الایمان ھو العمل" (ایمان نام ہی عمل کا ہے) (تحف العقول)

ایمان کا معیار

جتنا عمل ہے بس اتنا ہی ایمان ہے۔ باقی سب دعوٰی بے ثبوت ہے۔ اس لیے کہ دل میں جو بات داخل ہو جاتی ہے وہ اعضاء سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دل سے خون تمام اعضاء تک پہنچتا ہے اسی طرح عقیدہ اگر دل میں داخل ہو جائے تو اُس کا اثر اعضاء سے ضرور ظاہر ہوگا۔

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل ※ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے (غالب)

خدا کی بے نیازی

٢ مطلب یہ ہے کہ اگر تم سب منکرِ خدا کے نافرمان بن جاؤ تو بھی خدا کی بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے۔ اور تم سب ملکر خدا کی اطاعت کرنے لگو تو بھی خدا کی حکومت میں کوئی اضافہ نہ کر سکو گے۔ خدا نہ تمہاری سلامیوں کا محتاج ہے اور نہ تمہاری اطاعت گذاریوں کا۔ وہ تمہیں جو ہدایت کی راہ دکھا رہا ہے وہ صرف اس لیے کہ سیدھے راستے پر چلنے میں خود تمہارا اپنا فائدہ ہے اور غلط راستے پر چلنے میں تمہارا

www.drhasanrizvi.com

اپنا نقصان ہے۔ بس یہ سراسر اُس کی مہربانی اور رحمت ہے کہ وہ تمھیں صحیح طرزِ عمل کی تعلیم دے رہا ہے۔

خدا اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے

دوسرے یہ کہ تمھارا مالک سخت گیر نہیں، تمھیں سزا دینے میں اُسے کوئی لطف نہیں آتا۔ وہ تو اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔ اِسی لیے تمھارے قصور پر قصور معاف کیے چلا جا رہا ہے۔ تمھیں رزق پر رزق دیے چلا جا رہا ہے۔ تمھیں اصلاح کے لیے مہلت پر مہلت دے رہا ہے۔ اگر وہ سخت گیر ہوتا، تو کب کا تمھیں یہاں سے روانہ کر چکا ہوتا اور دُنیا میں کوئی اور مخلوق پیدا کر دیتا۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ بات اُس کے لیے بالکل آسان ہوتی۔ (تفہیم)

قرآن میں اُس نے خود ارشاد فرمایا ہے: "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ" یعنی: "اگر خدا لوگوں کے ظلم و ستم پر مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو باقی نہ رہنے دیتا۔" (سورۃ النحل آیت ۶۱)

امام فخر الدین رازی نے خوب لکھا کہ: "اہلِ سنّت کی نظر خدا کی قدرت، مشیّت، اور رحمت پر زیادہ رہتی ہے اور معتزلہ (اور امامیہ) کی نظر خدا کی صفتِ تنزیہ اور وصف عدل پر مرکوز رہتی ہے۔ دونوں کی تشفی کے لیے یہی ایک آیت بہت کافی ہے۔ (تفسیر کبیر)

خدا کی رحمت پر نظر ضرور رہے، لیکن یہ نظر ظالم بادشاہوں اور جابر حکمرانوں کے دماغِ بے جا پر خرچ نہ ہونی چاہیے۔ اور اُن کے لیے ہر قسم کے ظلم کرنے کا جواز نہ بننی چاہیے۔ کیونکہ ظالمین پر تو خدا کی لعنت کے سوا اور کچھ نہیں: "الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین" (قرآن)

ان یشا: یعنی، جس طرح تمھیں پیدا کیا اور زمین پر تم کو آباد کیا، حالانکہ تم سے پہلے کچھ اور قومیں آباد تھیں اب تم اُن کے قائم مقام اور وارث بن گئے۔ اسی طرح اگر خدا چاہے تو تمھاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے اور وہ تمھارے وارث بن جائیں۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ (۱۳۴) اِس میں ہرگز کوئی شک ہی نہیں ہے،
بِمُعْجِزِیْنَ ۝ ۱۳۴ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لازمی طور پر
آ کر رہے گی، اور تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (۱۳۵) آپ (اُن سے) کہدیجیے کہ اے میری قوم! تم
اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنی جگہ کام کر رہا ہوں
تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دُنیا کی بہتری
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ۱۳۵ کس کے لیے ہے؟ یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

خدا کی قدرت اور اُس کا وعدہ

آخر میں خدا نے یہ اہم ترین بات بتائی ہے کہ وہ آخرت کا عذاب جو تمہاری بد اعمالی کی وجہ سے آئے گا، اُسے تم کسی طرح روک ٹوک نہیں سکتے۔ اِس لیے کہ تم خدا کی بے انتہا قدرت کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔ (فصل الخطاب)

غرض آیت کا مقصود گمراہوں کو گمراہی کی اجازت دینا نہیں۔ اُن کو ڈرانا دھمکانا ہے۔
(تفسیر کبیر، بیضاوی)

یہ حکم نہیں ہے، بلکہ تہدیدی سرزنش ہے

خدا کا فرمانا کہ: "تم اپنی جگہ کام کرتے رہو" یہ کوئی حکم نہیں ہے، بلکہ ڈرانے کا ایک مؤثر طریقہ ہے، کہ تم جو کر سکتے ہو کر لو، میرا کوئی نقصان نہ ہوگا، کیونکہ تم کو بعد میں اپنے کیے کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ (تفسیر تبیان)

یعنی اپنی اپنی منزل یا اپنے اپنے مقدور کے مطابق، یا اپنے اپنے طریقے پر یا اپنی حالت پر کام کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے پر کام کرتا ہوں، آخر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ بھلائی کس میں تھی؟ گویا یہ امر کے لباس میں تہدیدی سرزنش ہے۔
(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۵۵)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ (۱۳۶) وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ ۱۳۶

اور انہوں نے اللہ کیلئے خود اُسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصّہ مقرر کر رکھا ہے اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ اللہ کیلئے ہے اور یہ حصّہ ہمارے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں کیلئے ہے۔ تو جو حصّہ اُن کے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں کا ہے وہ اللہ تک نہیں جا سکتا۔ مگر جو حصّہ اللہ کیلئے ہے وہ اُن کے (بنائے ہوئے خدا کے) شریکوں کو دیا جا سکتا ہے۔ کیسے بُرے فیصلے ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

مشرکوں کی غلط ذہنیت اور پنڈتوں کی بدمعاشیاں

مشرکین عرب اپنی زراعت اور مویشیوں کی پیداوار سے ایک حصّہ تو خدا کے نام کا مقرّر کر دیتے اور اُسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے۔ اور ایک حصّہ اپنے بُتوں اور جھوٹے خداؤں کے نام کا نکالتے۔ وہ اُن پجاریوں کو دیتے جو بتخانوں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اُنہی کے بتخانوں پر اُن مویشیوں کو ذبح کرتے۔ پھر دیکھتے تھے کہ جو حصّہ خدا کے نام پر مقرّر کیا ہے' وہ اچھا ہے' اور بُتوں کے نام والا حصّہ گھٹیا ہے' تو اُس کو بدل دیا کرتے تھے۔ اور اگر یہ دیکھتے کہ جو حصّہ بُتوں کے نام کا ہے' وہ اچھا ہے اور خدا کے نام والا حصّہ گھٹیا ہے تو اُس کو نہ بدلتے۔ کیونکہ اُن کو بتوں سے زیادہ محبت تھی۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ خدا تو غنی ہے اُس کو کیا پرواہ۔ (تفسیر صافی ص ۱۶۴)

پنڈتوں نے یہ بندر بانٹ کا قانون صرف اس لیے بنایا تھا کہ نذر و نیاز جو بتوں کو دی جاتی تھی وہ سب مذہبی رہنماؤں یعنی پنڈتوں کو ملتی تھی۔ اس لیے ان پنڈتوں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی تھی کہ خدا کے حصّے میں اگر کچھ کمی ہو جائے تو پرواہ نہیں' کیونکہ خدا کا حصّہ غریبوں' مسکینوں کو ملتا تھا۔ اُس میں کمی آ جائے تو آ جائے' مگر خدا کے پیاروں کے حصّے میں کمی نہ آنے پائے۔ یعنی بُتوں کا حصّہ بڑھتا رہے تاکہ پنڈتوں کا پیٹ پھولتا رہے۔

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ ۱۳۷

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کیلئے اُن کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو سجا بنا کر اُن کی نگاہوں میں خوب صورت بنا دیا ہے تاکہ اُن کو تباہ و برباد کر دیں اور تاکہ اُن کے دین کو مشکوک بنا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ لہٰذا اُنھیں اور اُن کی من گھڑت جھوٹی بناوٹی باتوں کو چھوڑ دیجیے۔

مشرکین کی نفرت آمیز رسومات

(اولاد کشی کی رسم) "قتل کرنے" سے مراد عرب کی وہ رسم ہے جس کے تحت وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ (مجمع البیان)

(خدا کے ساتھ شرک) "مشرکوں کے شریکوں" سے مراد "شیاطین" ہیں۔ کیونکہ جب شیطانوں کا کہنا مانا جائے گا تو گویا خدائی کا مقام اُن (شیاطین) کو دے دیا گیا۔ اُن کی باتوں اور ہدایتوں پر عمل کرنا، گویا اُن کی عبادت کرنا ہوگا۔ اُنہی شیطان صفت پنڈتوں نے دخترکشی اور اولاد کشی جیسے جرائم کو اُن کی نظر میں اچھا بنا کر دکھایا۔ (تفسیر مجمع البیان) (اسی لیے کچھ مفسرین نے شیاطین سے مراد مندر کے پجاری و پروہت لیے ہیں۔) (قرطبی۔ تفسیر کبیر)

خدا کا فرمانا: "اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے"۔ یہ بات قرآن میں بار بار دُہرائی گئی ہے کہ اگر خدا جبری طاقت کو استعمال کرتا تو یہ لوگ گمراہ ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر جبر کرنا اُس کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ (تفسیر تبیان)

(اولاد کو تین وجوہات کی بنا پر قتل کیا جاتا تھا) (۱) لڑکیوں کو تو اس لیے قتل کرتے تھے کہ وہ جنگوں میں دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں، یا اُن کی شادی کر کے داماد لانے کی رسوائی نہ اُٹھانی پڑے۔ (۲) لڑکوں کو اس لئے قتل کرتے تھے کہ وہ ہم پر معاشی بار نہ بن جائیں۔ (۳) بچوں کو اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کیلئے اُن کے قدموں پر لٹا کر ذبح کیا جاتا تھا تاکہ اُن میں خدائی صفات پیدا ہو جائیں۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد آنے والی نسلوں نے دینِ ابراہیمی میں نئے نئے رسومات اور عقائد کا اتنا اضافہ کر دیا تھا کہ اہلِ عرب کا پورا دین مشتبہ ہو گیا تھا۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی تھی کہ اصل دین کیا ہے۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ۱۳۸

(۱۳۸) وہ کہتے ہیں کہ: "یہ جانور اور یہ کھیت اچھوتے اور محفوظ ہیں۔ اِنھیں کوئی نہیں کھا سکتا سوا اُس کے کہ جسے ہم کھلانا چاہیں" حالانکہ یہ پابندی خود اُن کی اپنی ہی ایجاد ہے۔ پھر کچھ جانور جن پر سوار ہونا اور سامان لادنا (اُن کی طرف سے) حرام کر دیا گیا ہے، اور کچھ جانور ایسے ہیں کہ جن پر وہ خدا کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور یہ سب کچھ اُنھوں نے خود ایجاد کر رکھا ہے۔ اور عنقریب خدا اُن کو اُن کی اِن ایجادات اور من گھڑت تہمتوں کی سزا دے گا۔

مشرکوں کی ایجاداتِ بندہ

یہ سب اُن بدعتوں اور ایجاداتِ بندہ کی فہرست ہے جو اُن مشرکوں نے از خود ایجاد کر رکھی تھیں۔ جانوروں کو کھانے پر بھی اُنھوں نے عجیب و غریب پابندیاں لگائی تھیں۔ مثلاً: بُتوں پر چڑھائے ہوئے نذرانے بس وہی کھائیں گے جو بُتوں کے خاص خدمت گذار ہیں۔ وہ بھی صرف مرد، عورتیں نہیں کھا سکتیں۔ (یہ سب اپنے مفادات کی حفاظت تھی) (مجمع البیان)

ہماری ایجاداتِ بندہ

ہمارے ہندوستان میں بھی شیخ سدو کا بکرا اور بیٹھلے کا مرغا وغیرہ جیسی مشرکانہ رسمیں موجود ہیں۔ جو پیروں کے کارنامے ہیں۔ اِن آیتوں میں ہمارے زمانے کی بہت سی بدعات کا رد آگیا اور غضب یہ ہے کہ ان مشرکانہ رسموں میں شیوخِ حرم تک مبتلا رہیں۔ (تھانوی)

ع "شیخِ ما از برہمن کافر تر است" (اقبالؔ)

پُجاری اور پروہت اچھے اچھے کھانوں اور نذرانوں کو صرف اپنے لیے مخصوص کر لیا کرتے تھے۔ (روح)

ہندوستان میں بھی بیل اور بھینس وغیرہ کو بھوانی دیوی کے نام پر چھوڑ دینے کا عام رواج ہے۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ (۱۳۹)
خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ
أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ
فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ
إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ ۱۳۹

اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی اُن جانوروں کے پیٹوں میں ہے، وہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو سب اُس کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ عنقریب خدا اُن کو اُن کی' اِن من گھڑت باتوں کے ایجاد کرنے کی سزا دے گا۔ یقیناً وہ حکمت والا' ہر ہر بات کا جاننے والا ہے۔

مشرکوں کے احمقانہ قوانین

یہ مسئلہ بھی اُن مشرکوں نے ہی بنایا تھا کہ جانور ذبح کیا، اُس کے پیٹ سے بچہ نکلا۔ اگر وہ زندہ نکلا' تو اُس کو صرف مرد کھائیں' عورتیں نہ کھائیں۔ اور اگر بچہ مردہ نکلا' تو سب کھائیں۔ (موضح القرآن)

خدا نے اِس احمقانہ فیصلے کا جواب دیا کہ: "جو غذا حلال ہے وہ سب کے لیے حلال ہے' اور جو حرام ہے وہ سب کے لیے حرام ہے۔ یہ مرد' عورت کی تفریق کیسی ؟

عرب پنڈتوں نے کچھ قوانین بنا رکھے تھے کہ بُتوں پر نذر و نیاز ہر شخص نہیں وصول کر سکتا۔ نہ اُن پر چڑھایا ہوا کھانا ہر شخص کھا سکتا ہے۔ مختلف قسم کی نیازیں تھیں جن کو مختلف قسم کے لوگ کھا سکتے تھے۔ خدا نے ایسی پابندیوں اور بندر بانٹ قوانین کے ماننے کو شرک قرار دیا۔

یہ خدا سے بغاوت ہے کہ ایسے قوانین از خود بنائے جائیں اور اِس طرح کی نیازیں منّتیں باندھی جائیں۔ (تفہیم)

کیونکہ خدا صاحبِ حکمت ہے' ہر کام ٹھیک ٹھیک دانائی پر مبنی کرنے والا ہے' اِس لیے وہ ہر ایک کو سزا اور جزا مناسبِ حال دے گا۔ اور کیونکہ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اِس لیے کسی مجرم سے بے خبر نہیں۔

نتیجہ :۔ متکلمین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ ہمارے علماء کو مخالف مذہب کی تمام معلومات حاصل کرنی چاہئیں' تاکہ اُن کو رد کر سکیں۔ (قرطبی)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۚ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ ١٤٠

(۱۴۰) یقیناً اُن لوگوں نے سخت نقصان اُٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو اپنی حماقت اور جہالت کی بنا، پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر جھوٹ و افترا باندھ کر حرام کرلیا۔ بیشک وہ صحیح راستے سے بھٹک گئے اور وہ سیدھا راستہ پانے والے نہ تھے۔

اولاد کُشی کی مذموم رسم کی مذمت

اولاد کو قتل کرنے سے مراد "بیٹوں کو قتل کرنے والی رسم ہے۔ جس کا محرّک اُن کا یہ شعور تھا کہ اِس طرح اُن کے بیٹوں کی عزّت اور عفّت محفوظ رہے گی۔ اِس لیے خدا نے اِس کو اُن کا شعوری اور ارادی گناہ نہیں قرار دیا، بلکہ اِس کا سبب حماقت اور صحیح راستے سے بھٹک جانا قرار دیا۔

مفہوم یہ ہے کہ یہ اولاد تو اللہ کی عطا اور نعمت تھی، مگر وہ اپنی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے اُس کو ذبح کر ڈالتے۔ (جلالین)

خدا کے دین میں باپ دادا کے بنائے قوانین یا رسومات کی کوئی اہمیّت نہیں

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: باپ دادا کے بنائے ہوئے قوانین اور رسم و رواج اور ایجادات مقدّس نہیں ہوتے، خاص طور پر جب وہ شریعت کے خلاف بھی ہوں۔ جیسے خدا کے رزق کو خدا کے بندوں پر حرام کرنا، دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں شامل کرکے اُن کو خدا کی طرف منسوب کرنا، یا مثلاً اولاد کو قتل کرنے کی رسم قائم کرنا وغیرہ۔ (تفہیم)

آیت مجیدہ میں بطور سرزنش پہلے فرمایا کہ وہ خسارے میں ہیں جو اولاد کو قتل کرتے ہیں اور اللہ کے حلال رزق کو حرام کہتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ اُن کے کرتوت اللہ پر افترا ہیں۔ پھر فرمایا: ایسے لوگ راہِ راست سے دور اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ (١٤١)
وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ
مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ
مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ
يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ
لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ ١٤١

اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے گھنے گھنے باغ پیدا کیے جو ایسی بیلوں والے جو اونچی کی جاتی ہیں اور جو اونچی نہیں کی جاتیں، اور کھجور کے درخت پیدا کیے۔ اور کھیتیاں اُگائیں جن سے طرح طرح کے کھانے کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل ایکدوسرے سے ملتے جلتے اور جدا جدا ہوتے ہیں۔ تو جب یہ پھل دیں تو اُن کے پھل کھاؤ۔ اور جب اُن کی فصل کاٹو تو اللہ کا حق ادا کرو۔ اور حد سے آگے نہ بڑھو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ خدا حد سے آگے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

غریبوں کا حق

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کھیتی میں دو حق ہیں ایک وہ جو تم سے واجباً لیا جائے اور ایک وہ جو تم خوشی خوشی از خود ادا کرو۔ پس وہ حق جو واجباً لیا جاتا ہے وہ تو دسواں اور بیسواں ہے، اور جو تم از خود خوشی خوشی دیتے ہو، وہ خدا کے اسی قول کے مطابق ہے کہ "اور اُس کے کاٹنے کے دن اُن کا حق دو"۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "یہاں "حق" سے مراد "صدقہ" ہے جو تم اپنی کھیتی سے مسکینوں کو دیتے ہو"۔

(تفسیر عیاشی بحوالہ کافی، روح المعانی)

قرآن کا یہ ارشاد کہ: "حد سے آگے نہ بڑھو"

یہ حد سے بڑھنا یہ بھی ہو سکتا ہے (١) انسان سب کچھ لٹا دے اور گھر والوں کیلئے کچھ نہ رکھے۔ (٢) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان فضول خرچیوں میں سب کچھ اُڑا دے، اور مسکینوں کی پرواہ ہی نہ کرے۔ (٣) اور یہ حکم زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرتے وقت بہت زیادہ سختی نہ کریں۔

(تفسیر مجمع البیان)

قرآن مجید کا طریقۂ تعلیم یہ ہے کہ: بعض اوقات جزئیات کے ضمن میں ایسے ایسے حکیمانہ اصول بیان کر جاتا ہے جو زندگی کے سارے شعبوں پر یکساں طور پر منطبق ہوتے ہیں۔ جیسے یہاں فرمادیا کہ: "خدا حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ یہ اصول سیاست، معاشرت، تجارت، عبادت، غرض انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا (۱۴۲) كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ۱۴۲

وہی تو ہے جس نے مویشیوں میں سے وہ جانور بھی بھی پیدا کیے ہیں جن سے سواری اور سامان لادنے کا کام لیا جاتا ہے، اور وہ بھی جو کھانے اور بچھانے کے کام آتے ہیں۔ تو کھاؤ اُن چیزوں میں سے جو اللہ نے تمھیں بخشی ہیں اور شیطان کی پیروی مت کرو، کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

مویشی جو بچھانے کے کام آتے ہیں

مویشیوں کے بارے میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "وہ جو کھانے اور بچھانے کے کام آتے ہیں"۔ "بچھانے" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ: جن کو زمین پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔ (شاہ ولی اللہ)

"بچھانے" کا دوسرا مطلب نیچے قد والے جانور ہیں۔ یعنی زمین سے لگے ہوئے۔ (شاہ رفیع الدین)

تیسرا مطلب یہ ہے کہ اُن کے بالوں سے اُون کی بچھانے والی چادریں وغیرہ تیار کی جاتی ہیں۔ (مجمع البیان)

سارے مویشی ہمارے لیے ہیں

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ "سارے مویشی خدا نے ہمارے لیے پیدا کیے ہیں۔ اس میں سے کھاؤ اور بلاوجہ اپنے اوپر از خود پابندیاں نہ لگاؤ۔ ایسی پابندیاں کفرانِ نعمت ہیں اور شیطان کے سکھائے ہوئے سبق ہیں جس سے وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی محرومی کا سامان کرتا ہے۔ ان پابندیوں کو قبول کرنا شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے۔ اسی طرح بعض صوفیا کا فلسفہ ترکِ لذات یا ترکِ حیوانات بھی اِسی ذیل میں آتا ہے۔ (فصل الخطاب)

آیت میں تین باتوں کی تعلیم دی گئی ہے

(۱) ہر چیز اللہ کی عطا ہے۔ اس لیے اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں سوا اُس کے جو خدا مقرر فرمائے۔ (۲) کیونکہ ہر چیز خدا کی عطا ہے، اس لیے ان کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے کسی دوسرے کو کوئی حق نہیں کہ وہ اُن کے استعمال کا کوئی قانون بنائے۔ (۳) کیونکہ ہر چیز خدا نے بنائی ہے اس لیے صرف خدا ہی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے سکتا ہے۔ انسان خود کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں قرار دے سکتا۔ (تفہیم)

("حمولۃ" کے معنی قدآور جانور جیسے اونٹ وغیرہ اور "فرشًا" کے معنی عہ چھوٹے جانور جن کا گوشت اور دودھ استعمال ہوتا ہے مثلاً بکری وغیرہ)

عہ (قرطبی - جلالین)

www.drhasanrizvi.com

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ (۱۴۳)
اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ
بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ۱۴۳

یہ آٹھ نر و مادہ ہیں۔ دُو بھیڑ کی قسم سے اور دُو بکری کی قسم سے۔ آپ اُن سے پوچھیے کہ کیا خدا نے دونوں قسم کی ماداؤں کو حرام کیا ہے ؟ یا اُس کو حرام کیا ہے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہو ؟ تم مجھے کسی ٹھیک ٹھیک علمی ثبوت کی بنیاد پر جواب دو، اگر تم سچّے ہو۔ ؟

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (آٹھ نر و مادہ)

یعنی : آٹھ جوڑے : دُو بھیڑ کے جوڑے، اُن میں ایک پالتو اور دوسرا جنگلی۔
اسی طرح دُو بکری کے جوڑے، اُن میں ایک پالتو اور دوسرا جنگلی۔
دُو اُونٹ کے جوڑے، اُن میں ایک عربی اور دوسرا بخاتی۔
دُو گائے کے جوڑے، اُن میں ایک پالتو اور دوسرا جنگلی۔

یعنی: اِن چار قسم کے جانوروں میں سے ہر ایک جوڑا دو قسموں پر منقسم ہے۔ پس کُل آٹھ قسمیں ہیں۔ اور سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھیڑ کے جوڑے سے بھیڑ کا نر و مادہ اور بکری کے جوڑے سے بکری کا نر و مادہ اور اسی طرح اونٹ اور گائے کے جوڑے سے اُن کے نر و مادہ مراد ہوں۔
(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۶۲-۲۶۳)

عقلی دلیل کی حُجیّت

مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اپنا گمان یا باپ دادا کی رسومات اور روایات نہ پیش کرو۔ اگر تم علم رکھتے ہو تو اُس کی بنیاد پر کوئی عقلی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ۔ (تفہیم) (کہ کیا خدا نے اُن پر نر و مادہ حرام کیے ہیں؟ یا مادہ یا وہ جو اُن کی مادہ کے شکم میں ہوں۔ یعنی اُن میں سے کوئی بھی حرام نہیں)
(تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۶۳)

www.drhasanrizvi.com

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ (۱۴۴)
الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ
عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ
شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ۠ ۱۴۴ ع ۱۴

اور اسی طرح دو اونٹ کی قسم سے ہیں، اور دو گائے کی قسم سے ہیں۔ پوچھو ان کے نر اللہ نے حرام کیے ہیں یا مادہ؟ یا وہ بچے حرام کیے ہیں جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہیں؟ کیا اُس وقت تم حاضر تھے جب خدا نے تمہیں اُن کے حرام ہونے کا حکم دیا تھا؟ پھر بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے تاکہ بغیر کسی علم اور ثبوت کے ہوتے ہوئے وہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ بیشک خدا ایسے ظالموں کی جماعت کو کبھی سیدھے راستے کی ہدایت نہیں کرتا۔ (یا) منزلِ مقصود تک پہنچنے کا سامان نہیں کرتا۔

مشرکوں کے خود ساختہ قوانین

مشرکوں نے کیسے اُلٹے سیدھے قوانین بنائے تھے کہ ایک ہی جانور کا نر حلال اور مادہ حرام۔ یا مادہ حلال ہے تو نر حرام۔ جانور خود حلال ہے تو بچہ حرام۔ خدا نے ایسے اُلٹے سُلٹے رسومات کی غیر معقولیت سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اِسی طرح چھوت چھات کی احمقانہ رسم اور ہمارے یہاں کی شادی بیاہوں کی احمقانہ رسومات پر غور کیا جا سکتا ہے۔ (تفہیم)

مناظرے کا جواز

متکلمین نے اس آیت سے مناظرے کا جواز ثابت کیا ہے۔ کیونکہ یہاں حضورِ اکرم کو مخالفین سے مناظرے کا حکم مل رہا ہے اور ساتھ ساتھ آیت سے نتائج اخذ کرنے کی اجازت بھی مل رہی ہے۔ (قرطبی)

حلال و حرام قرار دینے کا اختیار صرف خدا کو ہے

محققین نے لکھا کہ جب قرآن بے علمی میں کسی خیر کو حرام قرار دینے والے کو ظالم ترین آدمی ٹھیرا رہا ہے تو اُن مجرموں کا کیا حال ہوگا جو بغیر علم و تحقیق کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ (روح)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ (۱۴۵)
مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ
اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا
اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ
اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ۱۴۵

کہدیجیے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اُس میں
تو میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے
والے پر حرام ہو، سوا اِس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا
خون ہو، یا سُور کا گوشت ہو (کیونکہ) وہ تو یقیناً
ایک گندی چیز ہے، یا غلط ذبیحہ ہو کہ اُس پر اللہ
کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ پھر بھی اگر کوئی
شخص بحالتِ مجبوری (کھالے لیکن) وہ بغاوت
اور سرکشی کا ارادہ نہ رکھتا ہو، تو بیشک تمہارا پالنے والا مالک بہت ہی معاف کرنیوالا بیحد رحم کرنے والا ہے۔

چرندوں میں کونسے جانور حرام ہیں

جن چیزوں کی حُرمت کا درجہ بہت زیادہ تھا، خدا نے اُن کا ذکر خصوصیت سے فرمایا، اور جن چیزوں کے حرام ہونے کا درجہ کم تھا، اُن کا بیان رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ (تفسیر صافی ص۱۶۵)

مسلمانوں کے ایک فرقے نے اِس آیت کو دلیل ٹھیرا کر باقی تمام اُن چیزوں کو حلال قرار دے دیا جن کا ذکر آیت میں نہیں ہے۔

اور وہ یہ بات بھول گئے کہ شریعت کا مآخذ صرف قرآن نہیں، بلکہ سنّتِ رسولؐ بھی ہے۔ (تفسیر قمی)

اِس آیت میں بحث صرف چرنے والے جانوروں کی قسموں سے ہے، پرندوں اور باقی کے حرام جانوروں کا یہاں ذکر نہیں۔ (علی بن ابراہیم)

نیز یہ کہ بہت سے جانوروں اور پرندوں کی حُرمت قرآن سے اگر ثابت نہیں تو حدیث سے ثابت ہے۔ (جلالین۔ تبیان)

آیت میں ارشاد ہوا کہ "بہایا ہوا خون حرام ہے" اس سے نتیجہ نکلا کہ جو خون ذبح کرتے وقت بہنے کے بعد اجزاءِ گوشت میں پیوست رہ جائے، وہ طاہر و حلال ہے۔ (فصل الخطاب)

غرض یہاں تمام محرمات کی فہرست نہیں گنائی جارہی ہے، یہ آیت مکّی ہے اس کی تفصیل سورۂ مائدہ میں ہے جو مدنی ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی چیزوں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے۔ (غرض قرآن کافی نہیں) (قرطبی۔ جصّاص۔ روح)

لہ نجاست حرمت کا سبب ہوتی ہے جہاں جہاں نجاست پائی جائیگی وہاں حُرمت کا حکم نصِ قرآنی کے مطابق لگا دیا جائیگا (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ (۱۴۶) اور جن لوگوں نے یہودیت کو اختیار کیا
ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اُن پر ہم نے سارے ناخن والے جانور حرام
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا کر دیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی
حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ حرام کر دی تھی، سوا اُس کے جو اُن کی پیٹھ
مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو، یا ہڈی سے
جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۠ وَاِنَّا چپکی رہ جائے۔ یہ ہم نے اُن کی بغاوت اور
لَصٰدِقُوْنَ ○ ۱۴۶ سرکشی کی سزا دی تھی، اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں۔

یہودیوں کو شریعت میں تبدیلی کی سزا

یہودیوں کو اُن کی بداعمالیوں کی ایک سزا خدا نے یہ بھی دی کہ اِس قسم کے سخت احکامات دیے گئے۔ یہودی علماء کی ایک مکّاری یہ بھی تھی کہ جو چیزیں اُن کو پسند تھیں اُن کو وہ غریبوں پر حرام کر دیتے تھے۔ خدا نے اُن کو یہ سزا دی کہ اُن چیزوں کو اُن پر حرام قرار دے دیا۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی)

یہودیوں اور مسلمانوں میں حلال حرام کا فرق دو وجوہات سے ہوا۔ (۱) حضرت یعقوبؑ (اسرائیلؑ) نے چند چیزوں کا استعمال ذاتی وجوہات کی بنا پر چھوڑ دیا تھا۔ بعد کی اولاد نے سمجھا کہ یہ چیزیں شرعاً حرام ہیں۔ (۲) دوسرا فرق اِس لیے ہوا کہ یہودی علماء نے بہت سی پاک چیزوں کو اپنی بدمعاشیوں اور موشگافیوں کی وجہ سے خود حرام قرار دیا۔ پھر خدا نے سزا کے طور پر اُن چیزوں کو یہودیوں پر حرام کر دیا۔ اُن میں ناخن والے جانور، گائے، بکری کی چربی شامل ہیں۔ سورۂ نساء کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں تورات میں حرام نہ تھیں، بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد حرام قرار دی گئیں۔ تاریخ بھی گواہ ہے کہ موجودہ یہودی شریعت کی تدوین دوسری عیسوی کے آخر میں ابی یہوداہ کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ (تفہیم) ——— "ذِيْ ظُفُرٍ" کا اُردو میں ایک لفظ سے ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ مراد وہ پرندے ہیں جن میں اُنگلیوں کے بجائے پنجے ہوتے ہیں۔ جیسے چیل، گدھ، باز، شکرا وغیرہ۔ اور چرندوں میں "سُم" والے جانور ہیں جیسے گھوڑا، گدھا، خچر، اونٹ وغیرہ۔ (قرطبی۔ جصاص)

موجودہ تورات میں حلال حرام کے احکام "کتاب احبار" "باب ۱۱" اور کتاب "استثنا" "باب ۱۴" میں ملیں گے۔

www.drhasanrizvi.com

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ (١٤٧) اب بھی اگر وہ تمہیں جھٹلائیں، تو اُن سے
ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ کہدو کہ "تمہارا پالنے والا مالک بڑی ہی
بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ١٤٧ وسیع رحمت والا ہے۔ مگر (ساتھ ساتھ)
مجرموں سے اُس کے عذاب یا اُس کی سزا کو ہٹایا بھی نہیں کیا جاسکتا۔

خدا کی رحمت کی شان

خدا کی رحمتِ بے انتہا کو دیکھیے کہ ایسے سخت مجرموں کے لیے بھی آخر میں یہ نہ فرمایا کہ "عذاب ان کمبختوں سے ہٹایا جا سکتا۔" بلکہ ایسے مجرموں کے ذکر کے بعد بھی خدا نے اپنی رحمت کی وسعت کو یاد دلایا ہے۔ گویا رسولؐ کا کام ایسے تکذیب کرنے والوں کو بھی خدا کی رحمت سے مایوس کرنا نہیں۔ جب بھی اُن کا ضمیر جاگ اُٹھے اور اُن میں عرفان اور حق کی طلب پیدا ہو جائے گی، تو اللہ کی رحمت اُن کو اپنے سائے میں لے لے گی۔ (فصل الخطاب)

دوسرا مطلب یہ لکھا گیا کہ "خدا کی رحمت اتنی عام ہونے کے باوجود بھی خدا کا عذاب ایسے مجرموں سے نہیں ہٹایا جاسکتا۔" ——— (تفسیر تبیان)

خدا کے عذاب کا خوف

"تیسرا مطلب یہ لکھا گیا ہے کہ "اگرچہ تم خدا کی رحمت کی وسعت کی وجہ سے اب تک خدا کی سزا سے بچے رہے ہو، مگر یہ نہ بھولنا کہ ہمیشہ اس طرح کے کام کرتے رہنے سے تم ہمیشہ سزا سے بچے نہیں رہ سکتے۔ بالآخر سزا ضرور ملے گی۔" ——— (موضح القرآن)

ے "اِس طرح تو ہوتا ہے، اِس طرح کے کاموں میں"
ے "حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں قدرت کی تعزیریں"
ے "سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ"

"اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔" مہلت سے فائدہ اٹھاؤ۔

www.drhasanrizvi.com

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ (۱۴۸) عنقریب یہ مشرک لوگ کہیں گے کہ: "اگر خدا
اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا
حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ ہی شرک کرتے، اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کرتے۔
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا ایسی ہی باتیں بنا بنا کر ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی
بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ حق کو جھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ ہماری سزا کا مزہ
فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا انھوں نے چکھ لیا۔ ان سے کہو، کیا تمھارے پاس
الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ○ ۱۴۸ کوئی علمی ثبوت بھی ہے جسے تم ہمارے سامنے پیش
کرسکو؟ تم تو صرف اُلٹے سیدھے بناوٹی خیالات اور محض قیاس آرائیوں کی پیروی کرتے ہو اٹکل پچو باتیں بناتے ہو۔

خدا کی مشیّت اور رضا میں فرق ؟

یہی بات اکثر جاہل اور بے عمل لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہماری قسمت میں ہی یہ لکھا تھا۔ اگر اللہ چاہتا تو ہم ایسا بُرا کام کیوں کرتے ؟ یہی بات مشرکین کہتے تھے کہ: اگر ہماری باتیں خدا کو ناپسند ہوتیں تو خدا تو ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہمیں بُتوں کے پوجنے اور ان جاہلانہ رسومات سے روک دیتا۔

اصل غلطی یہ ہے کہ ایک چیز خدا کی مشیّت ہوتی ہے اور دوسری چیز خدا کی رضامندی ہے۔

خدا کی مشیّت یہ ہے کہ: ہر انسان اپنی فکر و عمل کی اختیاری کوششوں کے مطابق جزا یا سزا پائے۔ اسی لیے اُس نے ہمیں اچھے یا بُرے کام کرنے کا اختیار دے دیا ہے۔ یہ اُس کی مشیّت ہے۔ یہ خدا کی رضامندی نہیں۔

رضامندی اُن کاموں سے حاصل ہوتی ہے جو خدا نے انجام دینے کا حکم دیا ہے۔ (۱) اگر بُرے کاموں میں خدا کی رضامندی ہوگی تو پھر خدا اُن پر سزا کیوں دیتا ؟ (۲) نیز یہ کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ بُرے کام خدا کو پسند ہیں ؟ (۳) پھر خدا نے اگر بُرے کاموں کو پسند فرمایا تھا تو اسی آیت میں یہ کیوں فرمایا: "اِن سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ آخر کار ہماری سزا کا مزہ انھوں نے چکھ لیا۔" اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

www.drhasanrizvi.com

"اُن سے کہو کیا تمہارے پاس کوئی علمی ثبوت بھی ہے جسے تم ہمارے سامنے پیش کر سکو ؟" یعنی آسمانی کتابوں میں کہیں لکھا ہے کہ خدا تمہارے کاموں کو پسند کرتا ہے ؟ (موضح القرآن، شاہ ولی اللہ، فصل الخطاب)

نتیجہ :۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ : " انسان اپنے عمل میں خود مختار ہے " (فصل الخطاب)

اصل میں یہ اُن کے عذر کا مکمل جواب ہے ۔

خدا نے پہلی بات تو یہ فرمائی کہ یہ مجرموں کا پُرانا طریقہ ہے کہ وہ اپنے جُرم کو تقدیر کے سر تھوپ دیا کرتے ہیں کہ "ہم کیا کریں خدا کو یہی منظور تھا ۔

پھر اس کا بھی جواب دیا کہ : تمہارا جواب علم پر مبنی نہیں ۔ بے علمی کا جواب ہے بس تم نے کہیں سے مشیّت کا لفظ سُن لیا اور اُسے یہاں ٹھوک دیا ۔ تم نے مشیّت کے معنی یہ سمجھ لیے کہ اگر چور نے چوری کی تو خدا کی مرضی سے کی ۔ حالانکہ خدا کی مشیّت انسان کے بارے میں بس یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو خیر و شر کے انتخاب کے بارے میں اختیار دیا ہے ۔ اِس لیے خدا بُرائی کرنے والے کو ایک حد تک بُرائی کرنے کی اجازت دے دیا کرتا ہے ۔ اِسی لیے اگر تمہارے باپ دادا نے شرک کیا ہوتا تو وہ بھی اپنے اختیار سے کیا اور خدا نے اپنی مصلحت اور حکمت اور اپنے پلان کے مطابق اُن کو بُرائی کی اجازت دی تاکہ اُن کے عقل و عمل کا امتحان ہو سکے ۔

اِسی طرح اگر تم نے شرک اور بُرائی کا راستہ اختیار کیا تو اس کے تم خود ذمّے دار ہو گے ، خدا ذمّے دار نہ ہوگا ۔ (تفہیم)

سَیَقُوْلُ :۔ تمام لوگ جب کوئی بُرائی کرتے ہیں جس کو وہ خود اچّھا سمجھے ہوئے ہوتے ہیں تو دلیل طلب کرنے پر یہی جواب دیتے ہیں کہ اگر ہمارا کام بُرا ہوتا اور خدا کو ناپسند ہوتا تو ہم یا ہمارے بزرگ یہ کام کیوں کرتے پس خدا کوئی عذاب بھیج دیتا ۔ یا اس کی جانب سے کوئی تنبیہ ہو جاتی لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا ۔ لہٰذا یہ کام خدا کو محبوب ہے ۔ پس خداوند کریم ایسا کہنے والوں کی مذمّت فرما رہا ہے کہ مشرک لوگ بھی ایسا ہی کہتے تھے اور یہ دستور بہت قدیم سے چلا آرہا ہے اور فرماتا ہے کہ "یہ صرف ظن پرستی اور تخمینی باتوں کے پیچھے چلتے ہیں اُن کے پاس کوئی علمی جواب نہیں ۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ٢٦٥)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ (۱۴۹) آپؐ کہہ دیجیے کہ (تمھاری اِن بے بنیاد
شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ ۱۴۹ قیاس آرائیوں کے مقابلے میں) یہ (قرآن) اللہ کی حقیقت
تک پہنچانے والی زبردست دلیل ہے۔ بیشک اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے پر لگا دیتا۔

حجتِ بالغہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ اپنے بندے سے سوال کرے گا: 'کیا تُو عالم تھا؟ یا جاہل؟' اگر اُس نے کہا: عالم، تو اُس سے پوچھا جائے گا کہ 'تُو نے اپنے علم کے مطابق عمل کیوں نہ کیا؟' اور اگر اُس نے کہا، جاہل، تو پوچھا جائے گا کہ صحیح عمل کرنے کے لیے تُو نے علم کیوں نہ سیکھا؟ غرض دونوں صورتوں میں خدا کی حجت قائم ہو جائے گی، اور یہی "حجتِ بالغہ" ہے۔ ——— (تفسیر صافی ص۱۶۶ بحوالہ امالی)

حجتِ ظاہری اور حجتِ باطنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تمام انسانوں پر اللہ کی دو حجتیں ہیں۔ ایک حجتِ ظاہری اور ایک حجتِ باطنی۔ حجتِ ظاہری تو رسولؐ انبیاء اور ائمۂ اطہار ہیں۔ اور حجتِ باطنی خود اُن کی عقلیں ہیں ——— (الکافی)

حجتِ بالغہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حجتِ بالغہ یعنی پوری پوری حجت"! وہ ہے جس کو اہلِ کتاب کا جاہل سے جاہل آدمی بھی باوجود اپنی جہالت کے اسی طرح پہچان لے جس طرح عالم اپنے علم سے پہچانتا ہے۔ ——— (امالی)

خدا کی مشیّت خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے انسان کو پیدائشی طور پر سیدھے راستے پر چلنے پر مجبور نہیں فرمایا۔ اگر وہ چاہتا تو انسانوں کو فرشتوں جیسا بنا دیتا۔ پھر وہ بُرائی پر قادر ہی نہ ہوتے۔ سب کے سب سیدھے راستے پر ہوتے لیکن انسان کے بارے میں خدا کی مشیّت یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اچھائی بُرائی کا انتخاب کرے۔ کیونکہ تم نے گمراہی کو اختیار کیا تو اللہ نے بھی تمھیں تمھاری گمراہی میں چھوڑ دیا۔ ——— (تفہیم)

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خدا کی مشیّتِ تکوینی یہی ہوتی کہ سب ہدایت پر جبراً آ جائیں تو سب مجبوراً بے اختیاری طور پر ایک ہی راستے پر چلتے لیکن خدا نے اجر ایمان اور عملِ اختیاری پر رکھا ہے، اضطراری ایمان و عمل پر تو کوئی اجر نہیں رکھا۔ ——— (جصاص)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ (۱۵۰)
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ ۱۵۰ ع ۱۸

اُن سے کہو کہ: "لاؤ اپنے وہ گواہ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ ہی نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔" پھر بھی وہ اگر (جھوٹی) گواہی دیدیں تو تم اُن کے ساتھ (ایسی) گواہی نہ دینا، اور ہرگز اُن کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا کہ جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور جو آخرت کے منکر ہیں، اور جو دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر سمجھتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ (۱۵۱)
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ
اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ۱۵۱

کہدیجیے کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے پروردگار نے تم پر کیا کیا پابندیاں لگائی ہیں: یہ کہ (۱) تم خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ (۲) اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (۳) اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ (کیونکہ) ہم تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور اُن کو بھی (دینگے)۔ (۴) اور بے شرمی کے قریب بھی نہ جاؤ چاہے وہ ظاہراً کیے جائیں یا پوشیدہ۔ (۵) اور جس انسان کو اللہ نے قابلِ احترام قرار دیا ہے اُسے قتل نہ کرو، مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جن کی ہدایت خدا نے تمھیں کی ہے، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔

توحید "خالص" کا مفہوم لے یعنی نہ تو خدا کی ذات میں کسی کو اُس کا شریک ٹھیراؤ، اور نہ اُس کی صفات اور اختیارات میں کسی کو اُس کا شریک ٹھیراؤ۔ (۱) خدا کی ذات میں شرک یہ ہے کہ خدا کے جوہرِ الوہیت میں کسی کو اُس کا حصے دار قرار دیا جائے۔ جیسے۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو، اور مشرک فرشتوں، دیوتاؤں، دیویوں اور جنوں کو خدا کا شاہی خاندان

www.drhasanrizvi.com

سمجھ کر خدا کی خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔

(۲) خدا کی صفات میں شرک اس طرح ہوتا ہے کہ خدا کی صفت کو بعینہٖ دوسروں کیلئے قرار دیا جائے۔ یعنی خدا کی صفات جیسی خدا کیلئے ہیں بالکل ویسی کسی دوسرے کیلئے قرار دینا۔ مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں بزرگ پر غیب کی تمام حقیقتیں روشن ہیں (ہاں یہ سمجھنا شرک نہیں کہ خدا نے اپنے علمِ غیب میں سے کچھ علم فلاں بزرگ کو عطا فرما دیا ہے۔)

(۳) خدا کے اختیارات میں شرک یہ ہے کہ جو اختیارات صرف خدا کیلئے خاص ہیں، اُن میں سے کوئی اختیار کسی دوسرے کیلئے تسلیم کیا جائے۔ مثلاً حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کا اختیار، کسی کی قسمت بنانے یا بگاڑ دینے کا اختیار۔ یہ سب خدا کے مخصوص اختیارات ہیں۔ (البتہ خدا کسی کو شفاعت کا حق دے اور اُس کی دعا یا شفاعت قبول کرلے، اور اس طرح کسی کو فائدہ پہنچ جائے تو یہ عقیدہ شرک نہیں۔ کیونکہ اس کی اصل قرآن میں موجود ہے۔)

(۴) خدا کے حقوق میں شرک یہ ہے کہ خدا کے حقوق مخصوص ہیں۔ اُن کو دوسروں کو ادا کرنا۔ مثلاً دوسروں کے سامنے رکوع یا سجدے کرنا، کسی کو حلال حرام قرار دینے یا اپنا بنایا ہوا قانون نافذ کرنے کا اہل سمجھنا۔ یا کسی ایسے انسان کی اطاعت کا عہد، معاہدہ یا بیعت کرنا جو خود کو خدا کی اطاعت سے آزاد سمجھتا ہو، یا جس کی اطاعت خدا کی اطاعت سے آزاد، الگ اور ایک مستقل اطاعت ہو، یا، جس کو حکم چلانے کی خدا کی طرف سے اجازت نہ ہو، اُس کی اطاعت کرنا بھی خدا کے حق کو مارنے کے مترادف ہے۔ خدا کے ان حقوق میں سے جو حق بھی کسی دوسرے کے لیے مانا جائے گا، تو گویا اُس کو اللہ کا شریک ٹھیرا دیا گیا۔

بندگانِ خدا کے حقوق کی اہمیت

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کے بعد خدا کے بندوں کے حقوق میں سب سے اہم حق والدین کا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے۔

"**فواحش**" فحش کاموں سے مراد وہ بُرے کام ہیں جن کی بُرائی بالکل واضح ہو۔ جیسے زنا عملِ قومِ لوط، برہنگی، جھوٹی تہمت، باپ کی منکوحہ سے (اپنا) نکاح، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، بلا ضرورت بھیک مانگنا۔ وغیرہ۔ ——— فواحش میں صرف زنا کاری ہی داخل

www.drhasanrizvi.com

نہیں ، بلکہ بدکاری اور بے حیائی کی تمام صورتیں اس میں داخل ہیں ۔ (تہذیبِ جدید کے تمام جاہل عناصر، مثلاً : نیم برہنہ لباس ، برہنہ و عریاں فلمیں ، تھیٹر ، برہنہ تصویریں وغیرہ ۔ سب اس میں شامل ہیں ۔)

غرض اس میں ظاہری و باطنی بدکاریاں سب شامل ہیں ۔ ——————— (تفسیر کبیر)

انسان کو قتل کرنے کا جواز

کسی آدمی کی جان قرآن کے اعتبار سے صرف تین ۳ صورتوں میں لی جاسکتی ہے : (۱) کوئی کسی کو عمداً قتل کرے ۔ (۲) دینِ حق کے قیام کے راستے میں رکاوٹ بنے اور اُس سے جنگ کیے بغیر چارہ کار نہ ہو ۔ (۳) بدامنی پھیلائے یا اسلامی نظامِ حکومت کو اُلٹنے کی کوشش کرے ۔

باقی دو ۲ صورتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں :

(۴) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے ۔

(۵) ارتداد ، یعنی مسلمان ہونے کے بعد کافر یا مشرک ہو جائے ۔ (مرتد ہو جائے)

اِن پانچ صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں انسان کا قتل کرنا جائز نہیں ، خواہ وہ مومن ہو یا کافر ذمّی ہو یا غیر ذمّی ۔ ——————— (تفہیم)

فیملی پلاننگ

البتہ وقتی طور پر وہ بھی اولاد کی تربیت کی خاطر اگر فیملی پلاننگ کی جائے تو فقہِ جعفری کے اعتبار سے اس میں کوئی حرج نہیں ۔ بشرطیکہ اسقاط نہ ہو اور کوئی ایسا طریقہ استعمال نہ کیا جائے جو ضرر رساں ثابت ہو ۔ ——————— (مفسّر)

آیت میں خدا نے اُن چیزوں کی تفصیل بیان کی ہے جو حرام ہیں اور اُن میں سے جو زیادہ سخت و سنگین ہیں اُن کے نام گنوائے ہیں ۔ (۱) شرک (۲) والدین کی نافرمانی ۔ (۳) اولاد کا قتل کرنا ۔ (۴) بدکاری ، فحش کام خفیہ ہو یا ظاہری ۔ (۵) قتلِ نفس ۔ (اور آیت ۱۵۲ میں) (۶) یتیم کا مال کھانا ۔ (۷) ناپ میں کمی ۔ (۸) تولنے میں خیانت کرنا ۔ (۹) بیان میں جھوٹ ۔ (۱۰) اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنا ۔

★ ——————— (تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۲۶۶) ملخص

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ (۶) (۱۵۲) اور یہ کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے بلوغ کی عمر
وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ کو پہنچے۔(۷) اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا ہم کسی پر ذمے داریوں کا بوجھ نہیں ڈالتے، مگر صرف
قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا اتنا جو اُس کی طاقت کے مطابق ہوتا ہے۔(۸) اور جب
قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ بات کہو تو انصاف کی بات کہو چاہے وہ تمھارے
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۱۵۲ رشتے داروں ہی کے بارے میں کیوں نہ ہو۔(۹) اور اللہ کے
عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جس کی ہدایت تمھیں اللہ نے کی ہے تاکہ شاید اس طرح نصیحت قبول کرلو۔

اِن آیتوں کی عظمت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تکیہ لگائے فرش پر تشریف فرما تھے کہ آپ کے سامنے یہی محکم آیتیں پڑھی گئیں جنھیں دوسری آیتوں نے منسوخ نہیں کیا۔ حضرت امامؑ نے فرمایا: "اِن آیتوں کے اُترتے وقت ستر ہزار فرشتے بھی اِن آیتوں کے ساتھ ساتھ آئے تھے۔ وہ آیتیں "تذکرون" (آیت نمبر ۱۵۲ سورۃ الانعام) تک ہیں۔"
(تفسیر صافی ص ۱۶۶ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: "یہ آیتیں محکم ہیں۔ منسوخ نہیں ہوئیں۔ اِن آیتوں میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے وہ تمام انسانوں پر ہر زمانے میں حرام رہیں گی۔ یہ آیتیں اُم الکتاب ہیں۔ جو اِن پر عمل کریگا جنت میں جائیگا جو اُن کو چھوڑ دیگا وہ جہنم رسید ہوگا۔
(تفسیر مجمع البیان)

بلوغ کی عمر کے معنی یتیم بچے کا بلوغ کی عمر کو پہنچنے کے معنی 'اپنے نفع نقصان کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کرلینا ہوتا ہے۔ یعنی جب عقل کا ہو جائے۔ (تفسیر تبیان۔ مجمع البیان)

عدل کی اہمیت اور خدا کا یہ فرمانا "جب تم بولو تو عدل کا خیال رکھو" اس چھوٹی سی آیت میں تجارتی، اخلاق، معاشرتی، سیاسی اخلاق کے تمام اُصول آگئے۔ نیز معلوم ہوگیا کہ شخصی اخلاق و کردار کی بلندی کے ساتھ ساتھ تجارتی اخلاق کی پاکیزگی بھی مسلمانی کی شرط ہے۔ کوئی دوستی، قرابتداری تمھیں عدل و انصاف سے نہ ہٹادے۔ حتیٰ کہ دشمنی بھی۔ خدا نے فرمایا: "کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُس قوم کے ساتھ عدل نہ کرو۔ عدل کرو۔ کہ یہ تقویٰ سے سب سے زیادہ قریب ہے۔ (قرآن) (جان بوجھ کر کم نہ تولو، کم نہ ناپو۔ یہی ذمے داریوں کا بوجھ ہے۔ سہواً ہو جانے پر معافی ہے)

www.drhasanrizvi.com

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا (۱۵۳) اور بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ لہٰذا تم (۱۰)
فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اِسی راستے پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، کیونکہ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وہ راستے تمھیں خدا کے راستے سے ہٹا کر الگ الگ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ۱۵۳ راستوں پر لے جائیں گے۔ یہ وہ ہدایت ہے، جو تمھارے پالنے والے
مالک نے تمھیں کی ہے۔ تاکہ شاید اس طرح تم غلط راستوں پر چلنے کے خطروں سے بچو۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی فضیلت

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "میں نے خدا سے درخواست کی کہ اس آیت کو "علیؑ" کے بارے میں قرار دے۔ چنانچہ خدا نے اِس آیت کو "علیؑ" کے بارے میں قرار دیدیا۔"
(تفسیر صافی ص۱۷۶۔ بحوالہ روضۃ الواعظین)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے برید عجلی کو فرمایا: "فرمانِ خداوندی "اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا" کا کیا مطلب ہے؟ راوی نے کہا کہ: "نہیں جانتا" تو فرمایا: "علیؑ اور باقی ائمہؑ کی ولایت مراد ہے۔" پھر پوچھا "فَاتَّبِعُوْهُ" میں کس کی اطاعت کا حکم ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی: "میں نہیں جانتا" تو فرمایا: "علیؑ کی اطاعت کا حکم ہے۔" پھر پوچھا: "وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" میں کن کن راستوں پر چلنے سے منع فرمایا ہے؟ تو میں نے عرض کی: "مولا مجھے نہیں معلوم" آپؑ نے فرمایا: فلاں فلاں کی ولایت مراد ہے۔ پھر فرمایا: "عَنْ سَبِيْلِهٖ" میں کونسا راستہ مراد ہے؟ میں نے عرض کی: نہیں معلوم: فرمایا: حضرت علیؑ کا راستہ مراد ہے کہ اوروں کی اطاعت کروگے تو وہ تمھیں علیؑ کے راستے سے الگ کردیں گے۔ (تفسیر صافی)

فطری عہد کا تقاضا

جس فطری عہد کا ذکر ہوا اُس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔ یعنی زندگی کے ہر معاملے میں خدا کی ہدایات پر عمل کرے۔ کیونکہ اس راستے سے ہٹتے ہی پھر بے شمار پگڈنڈیاں سامنے آجاتی ہیں اور پھر انسان خدا کی خوشنودی، قُرب اور ابدی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ خدا کی رضامندی جیسی عظیم کامیابی جو انسان کا اصل ارتقاء ہے اُس سے کوسوں دور ہوجاتی ہے۔ —— (تفہیم)

مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات —— (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا (١٥٤) نیز یہ کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تھی،
عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا اُس کے لیے جو نیک کردار ہو، جو (ہماری)
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً نعمت کی تکمیل کا ذریعہ تھی اور اُس میں ہر چیز
لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ١٥٤ کی تفصیل تھی اور جو سراسر ہدایت اور رحمت ع ١٩
تھی، تاکہ شاید وہ لوگ (بنی اسرائیل) اپنے پالنے والے مالک سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

اللہ سے ملاقات کے عقیدے کا اثر

اپنے پالنے والے مالک کی ملاقات کو دل سے مان لینے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جواب دہ سمجھا جائے اور اِس کے نتیجے میں ذمّے داری کی زندگی بسر کی جائے۔

بنی اسرائیل کا عقیدہ آج بھی عام ہو رہا ہے

بنی اسرائیل کے تمام امراض کا سرچشمہ یہی تھا کہ اُن کا آخرت پر اعتقاد بہت کمزور ہو کر برائے نام رہ گیا تھا۔ مذہب کو صرف دُنیوی ترقّی کا ذریعہ سمجھ کر مانتے تھے۔ ٹھیک یہی نقطۂ نظر آج عام ہو رہا ہے۔ مذہب میں صرف اُن باتوں کی تلاش ہے کہ جو دُنیا میں فوری سُکھ فراہم کر سکیں۔ (ماجدی)

کیوں نہ ہو، یہ تو ہو کر رہے گا، اِس لیے کہ سرکارِ دوعالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "میری اُمّت کی مثال اُمّتِ موسیٰؑ جیسی ہے۔ جو کچھ موسیٰؑ کی اُمّت نے کیا وہی میری اُمّت کے لوگ کریں گے، یہاں تک کہ اگر موسیٰؑ کی اُمّت میں سے کوئی سوسمار کے بِل میں داخل ہوا ہو گا تو میری اُمّت کا بھی کوئی شخص ایسا ہی کرے گا۔ (الحدیث)

حضرت موسیٰؑ کی کتاب کی اہمیت

یہاں حضرت موسیٰؑ کی کتاب کا ذکر خاص طور پر شاید اِس لیے کیا گیا ہے کہ اُن کی شہرت کی وجہ سے یہودی اور مشرک اُن کو جانتے تھے۔ صحیفۂ موسوی میں صرف اجمالاً کچھ اصول و قواعد ہی نہیں بتائے گئے تھے، بلکہ احکام کی ضروری تفصیل بھی بتا دی گئی تھی؛ اُن کے اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یعنی:

"اُس صحیفہ کے عقائد اور اعمال سب کی پیروی کرو۔ (روح۔ مدارک۔ جصّاص)

www.drhasanrizvi.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ۱۵۵

(۱۵۵) اور اسی طرح یہ کتاب (قرآن) ہم نے اُتاری ہے جو بڑی برکتوں[1] اور فائدوں والی ہے اِس کی پیروی کرو اور اس طرح اپنی نجات کیلئے بُرائیوں سے بچنے اور فرائضِ الٰہیہ کو ادا کرنے کا سامان کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ ۱۵۶

(۱۵۶) اب تم یہ نہ کہنا کہ ہم سے پہلے دو اُمتوں[2] کو تو کتاب دی گئی تھی اور ہم کو تو کچھ خبر ہی نہیں کہ اُن کو کیا کیا تعلیمات سکھائی گئی تھیں۔

---

[1] برکت سے مراد "دنیا اور آخرت کے بکثرت فوائد ہیں، جو قرآن سے قیامت تک حاصل ہوتے رہیں گے۔ ——— (روح ۔ مدارک)

[2] کیونکہ یہودی اور عیسائی خدا کی کتاب کو مانتے ہیں، اس لیے اُن کو اہلِ کتاب کہا جاتا ہے۔ ——— (تفسیر تبیان)

طَآئِفَتَيْنِ

"دو گروہ" کے لفظ سے بعض مفسرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اہلِ کتاب صرف یہودی اور عیسائی ہیں۔ اگر مجوسی بھی اہلِ کتاب ہوتے تو دو گروہ کے بجائے جمع کا صیغہ استعمال ہوتا۔ ——— (جصّاص ۔ مدارک)

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں یہاں سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ خدا کا قرآن نازل کرنا اُس کا لطف ہے ورنہ اگر قرآن نازل نہ فرماتا تب بھی انسانوں پر حجت تمام ہو چکی تھی، اور وہ (حجت) ہے عقل۔ لیکن چونکہ اس لطفِ خداوندی کے بعد عذر کی گنجائش تھی، کہ اگر کتاب بھیجتا تو ہم ایمان لاتے۔ لہٰذا اُس نے اپنے لطف وکرم سے کتاب بھیجی۔ تاکہ یہ عذر بھی باقی نہ رہے۔ ——— (تفسیر انوار النجف ج ۵ ص ۲۶۸)

www.drhasanrizvi.com

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا (۱۵۷) مگر اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ہم پر
الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ کتاب اُتاری جاتی تو ہم اُن سے بھی کہیں
فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ زیادہ سیدھے راستے پر ہوتے۔ تو لو، اب
هُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے
مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ ایک روشن دلیل، جو سراسر ہدایت
عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ اور رحمت ہے، آگئی۔ اب بھلا اُس سے
عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو
كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ ۱۵۷ جھٹلائے اور اُن سے منہ موڑلے۔ جو لوگ
ہماری آیتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں ہم بھی
اُنھیں اُن کے منہ موڑ لینے کے بدلے میں بہت
ہی بُری سزا دے کر رہیں گے۔

خدا کی آیات سے مراد

خدا کی آیتوں سے مراد آثارِ کائنات بھی ہیں، اور وہ نشانیاں بھی جو نبیؐ آخر پر ایمان لانے والوں کی پاکیزہ زندگی میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ (تفہیم)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

"اللہ کی حجت (یعنی امام معصومؑ) سے بڑھ کر خدا کی آیت (نشانی، دلیل) اور کون ہوسکتا ہے"۔ (تحف العقول)

غرض انبیاءؑ اور ائمہؑ خدا کی بولتی ہوئی نشانیاں ہوتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ (۱۵۸) الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ ۱۵۸

تو کیا وہ لوگ اِس بات کے انتظار میں ہیں کہ اُن کے سامنے فرشتے آکر کھڑے ہو جائیں یا تمھارا پالنے والا مالک اُن کے سامنے آجائے یا تمھارے مالک کی خاص نشانیاں اُن کے سامنے آکھڑی ہوں۔ تو جس دن تمھارے مالک کی وہ خاص نشانیاں آجائیں گی تو پھر کسی ایسے کو ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو گا' یا جس نے اپنے ایمان کے ہوتے ہوئے اچھے کام نہ کمائے ہوں گے۔ تو آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ اچھا۔ اب تم بھی انتظار کرو' یقیناً ہم بھی انتظار کرتے ہیں

خدا کی نشانیوں سے مراد

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " اِس آیت میں " آیات " (نشانیوں) سے (حقیقی اور اوّلین طور پر) مراد ائمہ معصومینؑ ہیں۔ اور " آیتِ منتظرہ " سے مراد امام مہدیؑ ہیں۔ جس دن امام مہدیؑ کا ظہور ہو جائے گا اُس دن کسی کا ایمان لانا اُس کو فائدہ نہ دے گا۔ (جیسا کہ آیت کے اگلے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔) ____________ (الاکمال)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: " جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا' اُس دن جو شخص ایمان لائے گا' اُس کا ایمان' اُس کو فائدہ نہ پہنچائے گا " ____ (تفسیر صافی صہ ۱۶۷ بحوالہ تفسیر قمی)

قیامت کی نشانیاں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " اِس آیت کے الفاظ " کیا وہ اِس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آئیں یا تمھارا پالنے والا مالک خود آئے ' یا تمھارے پالنے والے مالک کی کچھ نشانیاں آئیں ' " کچھ نشانیوں سے مراد سورج کا مغرب سے نکلنا' دجّال کا خروج کرنا' اور دھوئیں کا پیدا ہونا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنی ضد پر قائم رہے گا اور ایمان کے عملی تقاضوں پر عمل نہ کرے گا' اور یہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی' تو اُس کا ایمان اُس کو کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا۔ " ____________ (تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

شاہ عبدالقادر صاحب نے مطلب لکھا

"اللہ کی طرف سے جو حد تھی ہدایت کی، سو آچکی، شریعت کتاب سب آچکے۔ تب بھی نہیں مانتے۔ اب منتظر ہیں کہ اللہ آپ آوے یا قیامت (کے)، نشان دیکھیں، تب کہیں یقین کریں۔ ۔ ۔ ۔ مگر اُس وقت کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔" ——————— (موضح القرآن)

ایمان کی قدر وقیمت

غرض ایمان اور خدا کی اطاعت کی قدر وقیمت صرف اُسی وقت تک ہے جب تک حقائق پردے میں ہیں۔ دنیا اپنے سارے حُسن اور دھوکوں کے ساتھ سامنے موجود ہے۔ پس جب یہ پردہ اُٹھا اور واضح معجزات یا عالمِ برزخ سامنے آگیا تو گویا اب راز اور غیب کی دنیا ختم ہوگئی۔ کشف، شہود کا عالم شروع ہوگیا، عقل کا امتحان ختم ہوگیا۔ اب اگر حقیقتوں کو ماننے کا اقرار کیا تو وہ لاحاصل اور بے فائدہ ہوگا۔

خدا کا آنا

خدا کا فرمانا کہ: "یا آپ کا پالنے والا مالک خود آئے"

خدا کے آنے کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اور خدا کی آمد جسمانی حرکت و انتقال سے بَری اور منزہ ہے۔ (قرطبی)

اِس سے مراد خدا کا حکم آجانا ہے۔

پردے اُٹھنے پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم خدا کے سامنے ہیں۔

معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ ایسے معجزوں کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں جن کو دیکھ کر انسان ماننے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ حالانکہ مجبور کن معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان بالغیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو شہود بن جاتا ہے۔

آیت کا آسان مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ: منکرین بس اُس وقت کے منتظر ہیں جب فرشتے روح قبض کرنے کو آجائیں۔ یعنی خدا کا حکمِ موت آجائے یا قیامت کی ہولناک نشانیوں کا ظہور شروع ہوجائے۔ (جلالین)

(اُس وقت ایمان لانا بے کار رہوگا)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا (۱۵۹)
شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَاۤ
اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ
بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○ ۱۵۹

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا اور بہت سے گروہوں میں بٹ بٹا گئے، تو
اُن سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ اُن کا معاملہ
تو بس اللہ ہی کے حوالے ہے۔ اب وہی اُن کو بتلائے
گا کہ وہ (دنیا میں) کیا کچھ کیا کرتے تھے۔

دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کی مذمت

خدا کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ: اے رسولؐ! آپؐ اُن لوگوں کے اختلافات میں کوئی دخل نہ دیجیے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپؐ سے اُن کے اس عمل کا حساب لیا جائے گا۔
* (جلالین - شاہ ولی اللہ)

اور یاد رکھیے کہ آپؐ کا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رہنا چاہیئے۔ (تفسیر بیان) *

آیت میں دین کے معاملات میں اختلافات اُبھارنے کی بیحد سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ہے۔ بُرا ہو ہمارے اُن دین فروش علمائے دین کا کہ جو بڑی آسانی سے دین کے فروعی اختلافات کو خوب خوب اُلجھاتے اور اُبھارتے چلے جاتے ہیں۔ "دینِ مُلّاں فی سبیل اللہ فساد" (اقبال)

اصل دین

یہی ہے کہ خدا کو عالمین کا خالق، مالک اور پالنے والا مانا جائے، اللہ کی ذات وصفات، اختیارات و حقوق میں کسی کو شریک قرار دیا جائے، آخرت اور اپنے اعمال کے حساب دینے کو دل سے مان لیا جائے، خدا کے تمام احکامات کی تعمیل کی جائے، خدا کے رسولوں اور اُس کے مقرر کیے ہوئے ہادیوں کو دل سے مان کر اُن کی پیروی کی جائے، اپنی خواہشات کے دھارے میں بہہ کر یا کسی عقیدے میں غلو کے سبب سے دین کو نہ بدلا جائے اور نہ اُس میں جدت پیدا کی جائے اور نہ اپنے وضع کردہ قوانین کو دین میں داخل کیا جائے۔

جب اصل دین کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو اصل بزرگانِ دین سے یا تو عقیدت میں غلو کیا جاتا ہے یا اُن کے مرتبے کو گرا کر اُن کی مخالفت کی جاتی ہے۔ تو پھر بیشمار مذاہب بنتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسے عالم میں اِن ساری گروہ بندیوں پر لات مار کر سب سے الگ ہو کر خالص دین کا راستہ اختیار کیا جائے۔
* (تفہیم)

اپنے دین کو جُدا جُدا کر دینے کے معنی کفر و شرک یا بدعت کے طریقوں کو اختیار کر کر کے ٹکڑیوں میں بٹ جانا ہے۔ اِس کے اصل مراد تو یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہیں، مگر اِس کا اطلاق عام ہے۔ (تفسیر کبیر از ابن عباسؓ، ابن جریر از ابوہریرہ و مجاہد و قرطبی)

نتیجہ:۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ اُمت کی وحدت کی کسقدر تاکید ہے اور اُمت میں تفرقہ اندازی خدا کو سخت ناپسند ہے۔
* (جصاص)

www.drhasanrizvi.com

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ (۱۶۰) وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ۱۶۰

جو کوئی بھی نیک کام لے کر آئے گا تو اُسے دسّ گنا اجر ملے گا۔ اور جو برائی لے کر آئے گا تو اُسے بس اُتنی ہی سزا ملے گی (جتنا اُس نے قصور کیا ہوگا) اور اُن پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

تفضّل وکرم اور عدالت

متکلمین نے لکھا کہ بھلائی کے بدلے زیادہ بھلائی کرنا تفضّل وکرم ہے یہ عدالت کے خلاف نہیں، اِس لیے جائز ہے لیکن بُرائی کے بدلے میں زیادہ سزا دینا خلافِ عدل ہے، جو خدا کی شان کے خلاف ہے۔ ⁕ ــــــــ (تفسیر تبیان)

نیک عمل کی اہمیت

مطلب یہ ہے کہ ہر نیکی کا کم از کم دسّ گنا اجر ملے گا۔ گویا اُس نے وہ نیکی دس بار کی ہے۔ یہ کم سے کم اجر ہے۔ عرفا نے نکتہ نکالا کہ جب ہر نیکی پر اجر کم سے کم دسّ گنا ہے، تو محبت اور شوقِ لقاءِ الٰہی سے بڑھ کر کونسی نیکی ہوگی؛ تو جن لوگوں کو خدا سے ملاقات کا شوق ہے، یا خدا سے محبت ہے، تو خدا کو اُن سے ملاقات کا کم سے کم دسّ گنا زیادہ شوق ہوگا اور اُن سے کم از کم دسّ گنا زیادہ محبت ہوگی۔ (روح)

حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے کہ اُس شخص کے لیے ویل ہے جس کی اکائیاں اُس کی دہائیوں پر غالب آجائیں۔" کسی نے پوچھا: حضور! یہ کیسے؟ فرمایا: ارشادِ الٰہی ہے کہ نیکی ایک کے بدلے میں دسّ ہوگی، اور بُرائی ایک کی ایک ہی رہے گی پس جو ایک نیکی کرے گا تو اُس نے دسّ کمالیں اور ایک بُرائی کرے گا اُس کی صرف ایک ہی لکھی جائے گی۔ پس ویل ہے اُس شخص کے لیے اور پناہ دے خدا ایسے شخص سے جو دن میں دسّ بُرائیاں کرے اور ایک نیکی بھی اُس سے نہ ہوسکے۔ تو اس صورت میں اُس کی بُرائیاں، اُس کی نیکیوں پر غالب آجائیں گی۔ ــــــــ (تفسیر انوار النجف ج ۵)

سال بھر کے روزے رکھنے کی آسان ترکیب

معصوم ؑ سے دریافت کیا گیا کہ سال بھر کے روزے رکھنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو فرمایا: "ہر ماہ میں تین روزے پہلے عشرے کی خمیس (جمعرات) دوسرے عشرے کی بدھ اور تیسرے عشرے کی خمیس کو روزہ رکھے، خدا فرماتا ہے "نیکی ایک ہو تو اُس کا اجر دس ہے" لہٰذا اگر اِس طریقے پر ہر ماہ میں تین روزے رکھے تو وہ صائم الدہر ہوگا۔

⁕ ــــــــ (تفسیر انوار النجف ۵ ص ۲۷۱ ، تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ (١٦١) آپ کہیے کہ یقیناً میرے پالنے والے مالک نے مجھے
مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، اُس صحیح دین کی طرف جس میں
حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ ١٦١ کوئی کجی نہیں ہے، جو خالص اور مخلص ابراہیمؑ کا
طریقہ ہے، جسے اُنھوں نے یکسو ہو کر اختیار کیا تھا، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ (١٦١)
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ (١٦٢) آپ کہیے کہ یقیناً میری نماز اور میری تمام
وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ○ ١٦٢ رسمی عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا سب کا سب
عالمین کے پالنے والے مالک کے لیے ہے۔

دینِ ابراہیمیؑ یا حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ

یہ دینِ اسلام کے دوسرے نام ہیں۔ اِس کو حضرت موسیٰؑ کا طریقہ اور حضرت عیسیٰؑ کا طریقہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی طرف یہودیوں نے اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف عیسائیوں نے خود کو منسوب کر رکھا تھا، اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ فرمایا۔ اور اِس لیے بھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو یہودی اور عیسائی دونوں مانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ وہ ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں سے پہلے تھے اور موحّد تھے۔ حتیٰ کہ مشرکینِ عرب بھی یہ مانتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ بنایا تھا۔ اور وہ نہایت پاک و پاکیزہ خالص خدا پرست انسان تھے۔ بُت پرستی سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ شرک کے سخت مخالف تھے۔ * ـــــ (تفہیم)

دینِ ابراہیمیؑ کا لُبِّ لُباب

"نُسُك" کے اصل معنی "قربانی" کے ہیں۔

مگر اِس لفظ کا اطلاق ہر قسم کی بندگی اور پرستش کی تمام صورتوں پر ہوتا ہے۔

یہ آیت سارے دینِ ابراہیمیؑ کا لُبِّ لُباب ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ اُلوہیت اور رُبوبیت دونوں میں وہی ایک ربِ برحق منفرد ہے۔ "نُسُك" سے مراد تمام عبادات ہیں۔ * ـــــ (قرطبی)

یہ آیت توحیدِ کامل کی تعلیم دے رہی ہے یعنی تمام حالاتِ تشریعی و تکوینی میں ہر کام کو خدا کے سپرد کر دیا جائے اور ہر معاملے میں خدا کی اطاعت کی جائے اور اُس کی ہر قضا و قدر پر راضی برضا رہا جائے۔ * ـــــ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ ۱۶۳

جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں (خدا کے لیے) سرِ اطاعت جھکانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا مرتبہ :-

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ہر نبیؑ کا اسلام اُس کی اُمت کے اسلام سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔" اور جناب رسولِ خداؐ کا نورِ عالمِ ذر میں خداوندِ عالم کے عہد و میثاق کے وقت سب سے پہلے خدا کو جواب دینے والا تھا، اس لیے حضورِ اکرمؐ کا اسلام ساری مخلوقات کے اسلام سے مقدم اور بڑھا چڑھا ہے۔ ★ ——— (تفسیر صافی ص ۱۶۸)

حضرت ابراہیمؑ سے حضورِ اکرمؐ کا تعلق

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "حضرت ابراہیمؑ کا دین میرا ہی دین تھا۔ اور میرا دین اُن کا دین ہے۔ اُن کی سنّت میری سنّت ہے اور خود میری بزرگی اُن ہی کی بزرگی ہے۔ مگر میں اُن سے افضل ہوں۔" ★ ——— (تفسیر عیاشی)

"سب سے پہلا" یعنی زمانے کے اعتبار سے میں سب سے پہلا اسلام لانے والا ہوں۔ ★ ——— (شاہ ولی اللہ)

حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" کے معنی اوّل درجے کا سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔ ★ ——— (جلالین ، فصل الخطاب)

"مسلم" کے معنی: سر کو اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ جھکا دینے والا۔

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ (۱۶۴) کہیئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور مالک
رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ تلاش کروں؟ حالانکہ وہی تو ہر چیز کا پالنے والا
كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا مالک ہے۔ کوئی شخص بھی برائی نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ خود
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور کوئی شخص دوسرے شخص کے
رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا گناہ کا ذمہ دار نہیں۔ پھر تم سب کو اپنے پالنے والے
كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ ۱۶۴ مالک کی طرف پلٹنا ہے، اُس وقت وہ تمھیں وہ تمام تر
باتیں بتا دے گا جن میں تم آپس ہی میں اختلاف کیا کرتے تھے۔

شرک اور باپ دادا کی اندھی پیروی کرنے کی مذمت

اوّل تو خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو خدا سمجھنا فطرتِ کائنات کے خلاف ہے۔ ساری کائنات تو ایک اللہ کی اطاعت کر رہی ہے اور انسان اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو خدا مان لے، یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ اب اگر تم یہ شرک اپنے باپ دادا کی پیروی کرنے کے لیے کر رہے ہو، تو یہ بھی سخت حماقت ہے۔ وہ اپنی غلطیوں کا خمیازہ خود بھگتیں گے۔ پھر تم کیوں اُن کے غلط راستے پر چلتے ہو۔ * ——— (فصل الخطاب)

مطلب یہ ہے کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ساری چیزوں کا خالق، مالک، پالنے والا صرف اللہ ہے، پھر میرا مالک کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ ساری کائنات تو اللہ کی اطاعت کے نظام پر چل رہی ہو، مگر میں اپنی شعوری اور اختیاری زندگی کیلئے کوئی اور خدا تلاش کروں؟ پوری کائنات تو ایک ربّ کی اطاعت پر چلے اور میں کسی دوسرے راستے کو اختیار کروں!؟

محققین نے نتیجہ نکالا کہ عیسائیوں کا کفارے کا عقیدہ تمام تر باطل ہے۔ اسی طرح اُن کا یہ عقیدہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی معصیت کی سزا نسلاً بعد نسلٍ ساری اولادِ آدمؑ کو ملتی رہے گی، سراسر باطل ہے۔ یا مشرکوں کا یہ عقیدہ کہ خدا جس کسی کے بدلے جس کسی کو چاہے سزا دے سکتا ہے، بالکل باطل ہے۔ * ——— (جصاص)

(کیونکہ یہ عقیدے خدا کے عدل کے تقاضوں کے خلاف ہیں، اس لیے عقائد باطل ہیں۔)

www.drhasanrizvi.com

وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ خَلٰٓئِفَ الۡاَرۡضِ وَ رَفَعَ بَعۡضَکُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبۡلُوَکُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیۡعُ الۡعِقَابِ ۫ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع

(۱۶۵) اور وہی (خدا) تو ہے جس نے تمھیں زمین پر گذرے ہوئے لوگوں کی جگہ لینے والا (خلیفہ) بنایا اور تم ہی میں سے کچھ کو دوسروں کے مقابلے پر درجوں میں بلندی عطا کی تاکہ جو کچھ اُس نے تمھیں دیا ہے اُس میں تمھارا امتحان لے (اس طرح کہ وہ یہ دیکھے کہ تم بلند درجے پاکر تکبّر تو نہیں کرتے اور کم درجے والوں کے حقوق ادا کرتے ہو یا نہیں؟ بلند درجوں پر خدا کا شکر اور کم درجوں پر صبر کرنا اور جائز کوششوں کے ذریعے آگے بڑھنا اس امتحان کی کامیابی ہوگا) بیشک تمھارا پالنے والا مالک سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور یقیناً وہ بہت ہی معاف کردینے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی ہے

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَافِ

(اٰیٰتُہَا ۲۰۶) (رُکُوۡعَاتُہَا ۲۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کی مدد مانگتے ہوئے جو بے انتہا فیض پہنچانے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

الٓـمّٓصٓ ۚ﴿۱﴾

(۱) الف - لام - میم (یعنی اللہ افضل اور اعلم ہے)
(بقول ابن عباسؓ از تفسیر کبیر)

حروفِ مقطّعات کا فلسفہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے

جس کا مقصد یہ ہے کہ جمیع مقطّعاتِ قرآنؐ اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم پر مشتمل ہیں جس کو نبیؐ یا امامؑ صحیح ترتیب دے سکتے ہیں اور اسی کے ذریعے اُن کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ الخبر (برہان)

www.drhasanrizvi.com

* تفسیرِ امامؑ سے منقول ہے کہ اِن حروف سے ابتداء کا مقصد منکرین کو تحدّی کرنا ہے یعنی یہ قرآن صرف اُنہی حروف سے مرکّب ہے جن سے تم اپنا کلام مرکّب کرتے ہو۔ اِس کے حروف کوئی نئے نہیں۔ پس اگر اِس کلام کو تم اللہ کا کلام نہیں مانتے تو اِنہی حروف سے تم بھی اِس جیسا کلام بنا کر لے آؤ۔

* علاوہ ازیں تمام حروفِ مقطّعات کو جمع کر کے دوبارہ آنے والے حروف کو علیٰحدہ کیا جائے تو بامعنی صرف یہ عبارت بنتی ہے: "صراطُ علیٌّ حق نمسکہ" یا "علیٌّ صراط حق نمسکہ" (علیؑ کا راستہ حق ہے جس سے ہم متمسک ہیں)
* ——— (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۵)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "حروف مقطّعات خدا کے اسمِ اعظم کے حروف ہیں، جو ہر اسم سے ایک ایک کر کے جدا کر لیے گئے ہیں، اِن کو ایک دوسرے سے ملانے کا حق امامؑ یا نبیؐ کو ہوتا ہے، اور وہی جب ان حروف کو ملا کر دُعا کرتے ہیں تو اُن کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔" * ——— (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳)

غرض یہ حروف، پوشیدہ حروف (Code words) ہیں جن کا مطلب صرف وہی لوگ جانتے ہیں جن کو خدا نے اِن کا مطلب بتایا ہوتا ہے۔

الٓمٓصٓ کے دو معنی حضرت ابنِ عباسؓ نے بیان فرمائے ہیں:

(۱) "اِنَّ اللّٰہَ اَفْضَلُ" (یعنی: بیشک اللہ سب سے زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔)

(۲) "اِنَّ اللّٰہَ اَعْلَمُ" (یعنی: بیشک اللہ ہر چیز کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔)
* ——— (تفسیر کبیر)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میرے پاس حروفِ مقطّعاتِ قرآنیہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔" * ——— (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر عیاشی)

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حروفِ مقطّعاتِ قرآنیہ کا علم صرف خدا کو ہے حتّٰی کہ نبیؐ و امامؑ کو بھی ان کا علم نہیں ہے۔ بالکل ہی غلط ہے۔ ورنہ یہ ساری کی ساری کتاب ہدایت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اِس کے بعض کلمات کسی کی سمجھ میں ہی نہ آئیں، اور پھر اِس قسم کے الفاظ نازل کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے جس کا علم خود رسولِ خدا کو بھی نہ ہو۔
* ——— (تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۴۱)

www.drhasanrizvi.com

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ ۲

(۲) یہ وہ کتاب ہے کہ جو آپؐ پر اُتاری گئی ہے آپؐ کو اس کی طرف سے دل تنگی یا گھبراہٹ نہ ہونی چاہیئے اور یہ تو نصحت اور یاددہانی ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

جنابِ رسولِ خداؐ کا سخت فریضہ اس آیت کا سلجھا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالٰے اپنے رسولؐ سے فرما رہا ہے کہ: "یہ کتاب (قرآن) اللہ کی طرف سے آپؐ پر اُتاری گئی ہے آپؐ کو اس کی تبلیغ کرنا ہے۔ اب چاہے یہ لوگ کتنا ہی آپؐ پر طنز کریں، حملے کریں، آپؐ کو دل تنگ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کتاب اس لیے آپؐ پر تھوڑی اُتاری گئی ہے کہ آپؐ خاموش رہیں۔ بلکہ یہ کتاب تو اسی لیے آپؐ پر اُتاری گئی ہے کہ آپؐ خلقِ خدا کو اُن کے بُرے انجام سے ڈرائیں، سمجھائیں، اور ابدی حقیقتوں کو دل سے مان لینے والوں کو حقیقتیں یاد دلائیں۔ لہٰذا یہ کام تو بہر حال آپؐ کو انجام دینا ہے۔ اس کام سے آپؐ دل تنگ نہ ہوں۔ * ـــــــ (مجمع البیان)

آیت کے پیغامات یہ ہیں کہ (۱) اس بات پر اپنا دل نہ کڑھائیے کہ بہت سے لوگوں قرآن اور آپؐ کے پیغام کی تکذیب کرتے ہیں۔ (۲) اور یہ کہ قرآن کافروں کے لیے ڈرانے والا ہے، اور مومنین کو خوشخبریاں دینے والا ہے۔ (۳) اور مومنین کو نصیحت اور قرآن سے فائدہ ہوگا۔ * ـــــــ (قرطبی)

صوفیاء نے نتیجہ نکالا کہ اگر مخاطب شیخ کی حق بات کو قبول نہ کرے تو شیخ کو چاہیئے کہ نہ تو بالکل اُس سے بے پرواہ ہو جائے، اور نہ اُس کی زیادہ فکر کرے۔ * ـــــــ (تھانوی)

یہ آیت اس سورے کا مرکزی مضمون ہے۔ سورے کا اصل پیغام یہ ہے کہ انسان کو دنیا کی زندگی میں خدا کی رہنمائی درکار ہے تاکہ وہ کائنات کی تخلیق کا مقصد سمجھ سکے اور اپنے اخلاق، اعمال، افکار، تہذیب، معاشرے اور معیشت کو صحیح بنیادوں پر قائم کر سکے۔ اس لیے انسان کو اپنا رہنما خدا کو ماننا چاہیے اور صرف خدا کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی ہدایات اور احکامات پر عمل کرنا اور خود کو اُس کی رہنمائی کے حوالے کر دینا، انسان کی سب سے بڑی غلطی ہوگی جس کا نتیجہ صرف تباہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ * ـــــــ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ (۳) پیروی کرو اُس کی جو کچھ کہ تم پر تمھارے
رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ پالنے والے مالک کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔ اور
اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۳ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے آقاؤں کے پیچھے مت چلو۔
تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا (۴) اور کتنی ہی ایسی آبادیاں ہیں کہ ہم نے
بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ ۴ اُنھیں تباہ و برباد کر دیا اور اُن پر ہمارا عذاب
یا تو راتوں رات آیا، یا، جب وہ دوپہر کے
وقت آرام (قیلولہ) کر رہے تھے۔

قرآن کافی نہیں ہے [۱] محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن کے ساتھ سنّت بھی شامل ہے۔
کیونکہ سنّت بھی وحیِ خفی کی ایک صورت ہے۔ اِس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے: "وہ (رسولؐ) کوئی بات
اپنی خواہش سے نہیں بولتا، وہ وہی کچھ بولتا ہے جو اُس پر وحی کیا جاتا ہے"۔ * (قرطبی، مدارک، جصاص)
محققین نے دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: خدا کی آیت یا حدیث (نص) کے ہوتے ہوئے
اپنی رائے کی پیروی کرنا ممنوع ہے۔ *۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (قرطبی)

رات میں اور دوپہر کو کیوں عذاب آیا؟ [۲] "پس اُن پر ہمارا عذاب قیلولہ کے وقت یا
رات کو آیا"۔ "بَیَاتًا" کے معنی رات کو سوتے وقت دشمن پر شب خون مارنا ہوتا ہے۔
رات یا دوپہر کے وقت خدا کا عذاب شاید اِس لیے آیا کہ یہی وہ دونوں اوقات ہیں کہ جب لوگ غفلت
اور بے فکری یا گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ *۔۔۔۔۔۔۔۔ (مدارک، تفسیر کبیر)
"قائل" کے معنی قیلولہ کرنے کے ہیں جس کے معنی دوپہر کے وقت آرام کرنا ہوتے ہیں۔
* ..... (قرطبی، تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ ۵

(۵) اور جب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو وہ کچھ بول بھی نہ سکے، سوا اِس کے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ: واقعی ہم لوگ (بڑے) گناہگار اور ظالم تھے۔

بوقتِ عذاب توبہ قبول نہیں

اگر یہی اعترافِ گناہ اُس وقت کیا جائے جب اصلاح کی مہلت موجود ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ ہم اپنی اصلاح بھی کریں گے، تو اِسی کو توبہ کہتے ہیں۔ اور ایسا اعتراف انسان کو خدا کی سزا سے بچا سکتا ہے۔ مگر جب ایسا اعتراف عذابِ الٰہی یا موت کو دیکھ لینے کے بعد کیا جائے تو اُس وقت اِس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ اُس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوتا ہے۔ اُس وقت اپنی غلطیوں کا اعتراف خود انسان کے خلاف ایک حجت ضرور بن جاتا ہے کہ واقعی یہ عذاب کا مستحق تھا۔ ایسا ہی اعتراف یزید نے شہرِ دمشق والوں سے مجبور ہو کر کیا تھا اور کہا تھا کہ: "خدا ابنِ زیاد پر لعنت کرے، اُس نے امام حسینؑ کو قتل کر دیا، مجھے بھلا امام حسینؑ کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ ایسا بے وقت اعتراف صرف پچھتاوا اور اعترافِ گناہ کے سوا کسی کام کا نہیں ہوتا۔ (فصل الخطاب)

نتیجہ:۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ جب کسی قوم کی غلط کاریاں حد سے بڑھ جاتی ہیں اور اُس کے لیے خدا کی دی ہوئی مہلت کی مدت پوری ہو جاتی ہے، تو پھر خدا کا عذاب اچانک آپکڑتا ہے۔ پھر اُسے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ خدا کا یہی قانون ہے جو ہزاروں مثالوں سے ثابت ہے، تو آخر کیا ضرور ہے کہ انسان غلطیوں پر غلطیاں کرتا چلا جائے اور ہوش میں آنے کے لیے اُسی آخری لمحے کا انتظار کرتا رہے جب ہوش میں آنے سے کوئی فائدہ سوا حسرت اور افسوس کرنے کے نہیں ہوتا۔۔۔ (تفہیم)

؎ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں
اللہ کے نشتر ہیں چنگیزی و تیموری
(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ (۶) پس ہم اُن لوگوں سے بھی ضرور پوچھیں گے
وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ۶ جن کے پاس (رسول) پیغام لے جانے والے بھیجے
گئے تھے، اور ہم اُن پیغام لے جانے والوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

بازپرس تو سب ہی سے ہوگی

"ہم ضرور رسولوںؑ سے بھی پوچھیں گے"۔

• امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن تمام رسولؑ کھڑے کیے جائیں گے اور اُن سے پوچھا جائے گا کہ جو پیغامات اُن کے سپرد کیے گئے تھے، وہ اُنھوں نے اپنی اپنی اُمّتوں کو پہنچا دیے تھے۔؟ وہ سب عرض کریں گے کہ: "ہم نے ضرور پہنچا دیے تھے۔" پھر اُن کی اُمّتوں کے لوگوں سے سوال کیا جائے گا، تو وہ انکار کردیں گے۔"

بازپرس کا مقصد؟

خدا کا اِس قسم کے سوالات کرنے سے اصل مقصد یہ ہوگا کہ نیک لوگوں کی خوشیوں میں اضافہ ہو اور بُروں کی بُرائیاں کُھل کر لوگوں کے سامنے آجائیں، کہ یہ کیسے جھوٹے مکّار لوگ ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر صافی ص۱۶۹ بحوالہ احتجاج طبرسی)

خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم ضرور پوچھیں گے" یہ تہدیدی حیثیت رکھتا ہے۔ (مجمع البیان)

اِس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ جن کو سزا دی جارہی ہے اُن کو معلوم ہو جائے کہ اُنھیں کس جُرم کی سزا دی جارہی ہے، اِس لیے کہ اسلام کا نظامِ جزا و سزا شعوری ہے۔ یعنی آریوں کے نظامِ جزا و سزا (تناسخ) میں سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ جزا یا سزا پانے والے کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کس عمل کی جزاء یا سزا پا رہا ہے۔ اسلام میں نامۂ اعمال، میزانِ اعمال، حساب کتاب سب اسی لیے ہیں کہ تاکہ جزاء یا سزا پانے والے اچھی طرح معلوم کرلیں کہ وہ کس بات کی جزا یا سزا پا رہے ہیں۔ (فصل الخطاب)

★ نیز یہ کہ بدکار قوموں پر جو دنیا میں عذاب آتا ہے وہ اُن کے جرائم کی پوری سزا نہیں ہوا کرتا، بلکہ یہ تو اصل میں مجرم کی گرفتاری ہوتی ہے۔ سزا تو بعد میں دی جائے گی۔ اس قسم کی سزاؤں اور گرفتاریوں سے انسانی تاریخ بھری پڑی ہے۔

انسان دنیا میں شترِ بے مہار کی طرح آزاد نہیں چھوڑ دیا گیا، بلکہ اُس کو ایک بڑی زبردست طاقت نے کچھ مہلت ضرور دے رکھی ہے۔ پھر بھی اپنے ہادیوں کے ذریعے اُس کو سمجھاتی بھی رہتی ہے تاکہ انسان اپنی بدمعاشیوں سے باز آجائے لیکن بصورتِ دیگر اُس کو گرفتار کرلیا جاتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ○ (۷) پھر ہم اُن کے سامنے اپنے علم کی بُنیاد پر تمام تر حقیقت ضرور بیان کردیں گے (کیونکہ) ہم کہیں غیر حاضر تو تھے ہی نہیں۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۸) اور اُس دن (اعمال کا) تولا جانا تو بالکل حق ہے۔ پس جس شخص کے (نیکیوں کے) پلّے بھاری ہوں گے بس وہی لوگ پورے پورے کامیاب ہوں گے۔

---

۱ آیت :۔ **مقصد یہ ہے کہ :۔** خدا کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ : میں تمام رسولوںؑ کی کارکردگی اور اُن کی اُمتوں کی نافرمانیوں پر حاضر و ناظر تھا۔ کوئی بات (چھوٹی یا بڑی) مجھ سے چُھپی ہوئی نہ تھی۔ ———— (جلالین)

محققین نے لکھا کہ اِس آیت نے اُن جاہل فلسفیوں کو رد کردیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا جُزئیات کا علم نہیں رکھتا۔ صرف کلّیات کا علم رکھتا ہے۔ ———— (ماجدی)

اعمال کے تولنے کے معنی اور معیار ۲ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "میزان کے کیا معنی ہیں" ؟ فرمایا: "خدا کا عدل"۔ پوچھا گیا: تو پھر "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ" (یعنی جس کے نیک اعمال کا وزن بھاری ہوگا) کے کیا معنی ہیں ؟ حضرت امامؑ نے فرمایا: "اِس کے معنی یہ ہیں کہ جس کے نیک اعمال (اُس کے بُرے اعمال سے) بڑھ جائیں گے"۔

★ ------ (تفسیر صافی صہ ۱۶۹ بحوالہ احتجاج طبرسیؒ)

"میزان" سے کسی چیز کی ایسی جانچ مراد ہوتی ہے جس سے وہ چیز پہچانی جاسکے۔ قیامت کے روز آدمیوں کے اعمال کی جانچ، کاملین کے اعمال اور عقائد کے حوالے سے کی جائے گی کہ لوگوں نے اُن کی شریعت اور سنّت کی کتنی پیروی کی ؟ اور اُن کی زندگی کے طریقوں سے کتنے قریب یا کتنے دور رہے ؟

ویسے بھی جس طرح سونے کی ترازو اور ہوتی ہے اور لوہے کی ترازو مختلف ہوتی ہے۔ بخار جانچنے کا آلہ اور ہوتا ہے اور قد ناپنے کا آلہ دوسرا ہوتا ہے، اِسی طرح انسانی صفات کو ناپنے اور جانچنے کا آلہ کامل انسانوں کے عقائد اور اعمال ہی ہوسکتے ہیں۔ لوگوں کے عقائد اور اعمال کو انبیاءؑ، اور ائمہؑ کے عقائد اور اعمال کے حوالے سے

www.drhasanrizvi.com

دیکھا اور جانچا جائے گا۔ اسی لیے حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے زیارتِ جامعہ میں حضرت محمدؐ و آلِ محمدؑ کے لیے فرمایا: "تم لوگوں کے اعمال کی میزان ہو" (زیارت جامعہ)

تولے جانے کا مطلب اعمالِ خیر یا اعمالِ شر میں کمی، زیادتی اور کمال و نقص کی جانچ پڑتال ہوتا ہے وہ بھی انصاف کے ساتھ۔ خدا کا یہ فرمانا کہ "اعمال کا تولا جانا حق ہے" یعنی ایسا عدل ہو کر رہے گا۔ . . . . (شاہ ولی اللہ)

اور "اعمال کے پلّوں کا بھاری ہونا" سے مراد نیک اعمال کا زیادہ ہونا ہے۔ . . . (شاہ ولی اللہ)

خدا کو اعمال کے اس طرح تولنے کی ضرورت نہیں جیسے مولیاں، گاجریں تولی جاتی ہیں۔ کیونکہ تولتا تو وہ ہے جس کو وزن کا علم نہیں ہوتا، جبکہ خدا پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس لیے "نیک اعمال کے وزن کا زیادہ ہونا" سے مراد نیک اعمال کا بُرے اعمال پر غالب آنا ہے۔ . . . . (فصل الخطاب۔ بقول امام جعفر صادقؑ)

قدیم اکابرین نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ شیخ الطائفہؒ نے لکھا "مجاہد کا قول ہے کہ اعمال کا تولا جانا صرف عدل و انصاف کی ایک تعبیر ہے۔ یعنی یہ بتانا ہے کہ کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہ ہوگا"۔ اور یہی بلخی کا قول ہے "اور یہی سب سے بہتر توجیہ ہے۔" . . . . (تفسیر تبیان، تفسیر مجمع البیان)

اصل میں ہر چیز کی ترازو الگ ہوتی ہے۔ منطق کو علمِ میزان کہتے ہیں۔ کیونکہ اس علم کا مقصد نتائج کے صحیح یا غلط ہونے کو تولنا ہے۔ اشعار کے بھی اوزان ہوتے ہیں اور اعمال کے بھی اوزان ہیں مثلاً نماز کی جانچ کی ترازو کسی کامل کی نماز ہوگی اور روزے کی جانچ کسی کامل کے روزے کے ذریعے سے ہوگی، خدا کی راہ میں قربانی کا معیار کسی بلند مرتبہ شہید کی شہادت ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ . . . . (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) قیامت کا دن کشفِ حقائق کا دن ہوگا۔ ہر مجاز عینِ حقیقت بن جائے گا۔ (۲) وزن کے ساتھ جسمیت کی شرط صرف دنیا میں ہے۔ وہاں مجرّدات بھی محسوسات کے لباس میں ظاہر ہوں گے۔ اعمال میں وزن تو آج بھی ہے لیکن ہمارے قویٰ کی کمزوری کی وجہ سے ہم اُس کا احساس نہیں کر سکتے جب ہمارا ادراک ہزار گنا بڑھ جائے گا تو اعمال کا وزن ہمیں خود محسوس ہونے لگے گا۔ . . . (قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ (۹) الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ ۹

اور جن کے (اچھے کاموں کے) پلّے ہلکے ہوں گے، تو یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود اپنے کو سخت نقصان پہنچایا۔ اِس لیے کہ وہ لوگ ہماری باتوں اور نشانیوں کے ساتھ بے انصافی کیا کرتے تھے۔

نیکیوں کا انحصار فرمانبرداری پر ہے

اصل زندگی، اصل وزن، اصل جان اور اصل حُسن صرف طاعتوں اور نیکیوں میں ہے، جو آخرت میں پوری طرح نمایاں ہو جائے گا۔ ہر گناہ کھوکھلا اور نمائشی ہوتا ہے۔

نتیجہ ۱ :۔ محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ اچھے اور بُرے اعمال کو سامنے رکھ کر کسی کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کے اچھے اعمال غالب ہوں، اگر اُن لوگوں میں کچھ نقص بھی ہو تو اُن کو نیک ہی سمجھنا چاہیے۔ ...... (تھانوی)

نتیجہ ۲ :۔ محقّقین نے دوسرا نتیجہ نکالا کہ انسانوں کے تمام اعمال کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مُثبت۔ (۲) مَنفی۔

مُثبت پہلو تو حق کو جاننا، ماننا اور اُس کی پیروی کرنا ہے۔ حق کی خاطر کام کرنا اور حق کو پھیلانا ہے۔ آخرت میں اگر کوئی چیز وزنی ہوگی تو بس وہ یہی اعمال ہوں گے۔ اِس کے برعکس حق سے غافل یا منحرف ہو کر انسان اپنے نفس کی خوشی کی خاطر خدا کے حکم کے خلاف جو کچھ بھی کرتا ہے، وہ انسان کا مَنفی عمل ہے۔ یہ عمل نہ صرف یہ کہ خود بے وزن ہوگا، بلکہ مُثبت اعمال کے وزن کو بھی گھٹا دے گا۔

اِس لیے آخرت کی تمامتر کامیابی مثبت پہلو کے منفی پہلو پر غالب آنے پر منحصر ہے۔ یعنی نقصانات میں بہت کچھ دے دلا کر بھی اگر اُس کے حساب میں کچھ بچا رہا تو وہ کامیاب رہا، اور اگر منفی پہلو نے اُس کے مُثبت پہلو کو لیا، تو اُس کا حال ایک دیوالیے تاجر کا سا ہو گیا جس کی ساری پونجی مطالبات بھگتانے میں خرچ ہو گئی اور پھر بھی مطالبات باقی رہے، تو اُس کو اُس کا نقصان دائمی سزا کی شکل میں اُٹھانا ہوگا۔ .... (تفہیم)

(الامان - الحفیظ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۠ ۱۰ (۱۰)	حالانکہ ہم نے تو تمہیں زمین میں با اختیار بنا کر آباد کیا اور ہم ہی نے تمہارے لیے زندگی کے تمام ساز و سامان بنائے پھر بھی تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔
وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ ۱۱ (۱۱)	اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری شکل و صورت بنائی۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کے سامنے (احتراماً) جھکو۔ تو سب کے سب جھکے سوا ابلیسؔ کے، کہ وہ جھکنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

ع ۱

خدا کی دو نعمتیں

لہ یہاں دو نعمتوں کا ذکر ہے۔ اُن میں سے اوّل کا حاصل جاہ ہے اور دوسرے کا خلاصہ مال ہے۔ خدا نے اِن دونوں کو نعمت کے طور پر بیان کر کے یہ سمجھا دیا کہ مال اور حکومت از خود بُری چیزیں نہیں، بلکہ قابلِ شکر ہیں۔ البتہ ان میں انہماک اور ان کی وجہ سے خدا سے غافل ہو جانا، یا ظلم و گناہ کرنا مذموم ہے۔۔۔۔ (تھانوی)

ئے (آیت ۱۱) "تم" سے مراد تمہارے مورثِ اعلیٰ یعنی حضرت آدمؑ ہیں۔ اور تمہاری صورت بنائی، یعنی تمہارے مورثِ اعلیٰ حضرت آدمؑ کی صورت بنائی۔ ★ (مجمع البیان، تفسیر تبیان)

بعض مفسرین نے پہلے جمع کو تو حضرت آدمؑ سے متعلق کیا ہے اور دوسرے جمع کو تمام نوعِ انسانی سے متعلق قرار دیا ہے۔ (تفسیر تبیان)

البتہ اگر اس سے مراد "تخلیق" بلا صورت لی جائے تو یہ وہ منزل ہے جب انسان صُلبِ پدر میں ہوتا ہے، کیونکہ اُس وقت سب کی ایک ہی شکل ہوتی ہے۔ دوسری منزل شکمِ مادر کی ہو جب ہر انسان کی الگ الگ صورت اور شکل بنتی ہے۔۔۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

نتیجہ :- محققین نے نتیجہ نکالا کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت سے ہوا۔ حیوان ترقی کر کے انسان نہیں بنا۔ انسان اوّل روز سے انسان بنایا گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ انسان کا امتیاز اُس کی اخلاقی ذمے داری اور اختیارات کی امانت ہے جسے خدا نے اُس کے سپرد کیا ہے اور اسی بنا پر وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔۔۔ اوّل تو ڈاروِن کا نظریہ پوری طرح سائنسی دلائل سے ثابت ہی نہیں ہو سکا۔ ابھی تک صرف ایک نظریہ ہے اور اس کے دلائل محض دلائلِ امکان ہیں، پھر اگر اس کو مان بھی لیا جائے، تب بھی یہ سوال آج بھی باقی ہے کہ آج ارتقا کیوں نہیں ہو رہا ہے۔؟

www.drhasanrizvi.com

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ ۱۲

(۱۲) (اللہ نے) پوچھا کہ آخر تجھے کس چیز نے جھکنے سے روک دیا جبکہ میں نے تجھے اس کا حکم دیا تھا؟ (ابلیسؑ) بولا: میں اُس سے بہتر ہوں۔ تُو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے (آدمؑ کو) مٹّی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیسؑ کی پست ذہنیت

شیطان (ابلیسؑ) سے پوچھا جا رہا ہے کہ آخر کونسا امر اس بات سے مانع ہوا کہ تُو آدمؑ کو سجدہ کرے؟ یعنی تعمیلِ حکم سے کونسی چیز نے روکا، جس کی وجہ سے تُو نے سجدہ نہ کیا؟ .... (مجمع البیان)

کس چیز نے منع کیا تجھے کہ نہ سجدہ کیا تُو نے؟ ...... (شاہ رفیع الدین)

چہ چیز منع کرد ترا از آنکہ سجدہ کنی؟ .... (شاہ ولی اللہ)

تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا۔؟ .... (مولوی فرمان علی)

جن مفسّرین نے یہ سمجھا کہ آیت میں "لا" زائد ہے، وہ غلط سمجھا۔ .. (بلاغی)

اصل میں ابلیسؑ کو اپنی ذہانت پر بہت ناز تھا۔ مگر اُس کا استدلال بہت بودا اور کمزور تھا۔ اوّل تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ آگ مٹّی سے افضل ہے۔ دونوں کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ پھر یہ کہ خدا کی خلافت کا کام اصل میں امانتداری ہے، اور امانت مٹّی کو دی جاتی ہے آگ کو نہیں دی جاتی۔

محقّقین نے لکھا کہ ہر وہ شخص جو اپنی رائے، ذوق، فکر اور کشف کو شریعت کے مقابلے میں ترجیح دیتا ہے، وہ شیطان کا چیلہ ہے۔ ...... (تھانوی)

نتیجہ: فقہاء نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ: "گناہ میں انسان کی ذلّت اور بازپرس ہے۔"

* .... (قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ (۱۳) فرمایا: اب تو یہاں سے نیچے اُتر جا کیونکہ اس جگہ
اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ رہ کر تجھے زیبا نہ تھا کہ تو تکبر کرتا۔ بس تو نکل۔
مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ ۱۳ یقیناً تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔
قَالَ اَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (۱۴) اُس نے کہا: مجھے اُس دن تک کی مہلت دیدے
کہ جب سب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ ۱۵ (۱۵) فرمایا: (دفع ہو) تجھے مہلت دی گئی۔

تکبر؟

"حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جو شخص تواضع کرتا ہے، خدا اُس کو بلند کرتا ہے، اور جو شخص تکبر کرتا ہے، خدا اُس کو پست کرتا ہے۔" (تفسیر صافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تکبر الحاد کا پہلا زینہ ہے"۔ (تفسیر انوار النجف ص۱۱)

آپؑ نے فرمایا: "ہر قوم کے بدترین انسانوں میں تکبر ہوا کرتا ہے۔ کبر اللہ کی ردا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے وہ اللہ کی ردا میں ہاتھ ڈالتا ہے، اور خدا اُس کو ذلیل کرتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ: خدا اُس کو اوندھے منھ جہنم میں ڈالے گا۔

آپؑ نے فرمایا: "جہنم میں ایک وادی کا نام "سقر" ہے، جو صرف متکبرین کے لیے ہے۔ (تفسیر انوار النجف ص۱۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جس کے دل میں ایک مثقال برابر بھی تکبر ہوگا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

نتیجہ: علماءِ اخلاق نے نتیجہ نکالا کہ: "تکبر خدا سے دور کر دیتا ہے اور تواضع خدا سے قریب کرتی ہے"۔۔۔۔ (تھانوی)

آیت ۱۵: ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ابلیس کو مہلت اُس دن تک کے لیے دی گئی، جس دن امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے۔۔۔۔۔۔ (تفسیر عیاشی)

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ "دعاء کا قبول ہو جانا مقبولیت کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ دعاء تو شیطان کی بھی قبول ہو گئی"۔۔۔ (تھانوی) ۔۔۔ (مقبولیت کا معیار ایمان اور عملِ صالح ہے)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ (۱۶) بولا: اچھا تو جس طرح تُو نے مجھے
لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ۱۶ گمراہ قرار دیا، تو میں بھی اُن (کو گمراہ کرنے) کے
لیے ضرور تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤں گا۔

شیطان کا مقصد اور طریقۂ کار

شیطان (ابلیسؑ) نے اللہ سے کہا: "فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ"
"پس جس طرح تُو نے مجھے مایوس کر دیا" "غَوٰی" کے بہت سے معنی ہیں۔ ایک معنی "نا اُمید کرنا" یا "مایوس کرنا"
بھی ہیں۔ جو یہاں زیادہ مناسب ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (منتہی الادب و مصباح المنیر)

شیطان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں آدمؑ کی اولاد کو بہکانے کی پوری پوری کوششیں کروں گا اور میں اسلام کے راستے پر اس طرح ڈٹ کر بیٹھ جاؤں گا جیسے چور، ڈاکو راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔۔۔ (تفسیر صافی ص۱۶۹)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "یہاں" راستہ (صراط)" سے مراد "علیؑ" کی محبت اور معرفت بھی ہے۔" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر عیاشی)

یعنی شیطان لوگوں کو حضرت علیؑ کی محبت، معرفت اور سیرت پر عمل کرنے سے پوری پوری طرح روکے گا اور اُن کی سرپرستی کو کسی قیمت پر قبول نہ کرنے دے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اے زرارہ! اب ابلیس کو صرف تمہاری اور تمہارے دوستوں کی فکر ہے۔ رہے دوسرے لوگ (غیر مسلم یا دشمنانِ علیؑ) تو اُن سے تو وہ پہلے ہی فارغ ہو چکا ہے۔" ۔ ۔ ۔ (الکافی)

گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دینا ابلیسؑ کا عقیدہ ہے

آلِ محمدؐ کے ائمہؑ کے نزدیک خدا کی طرف گمراہی کی نسبت نہیں دی جا سکتی۔ یہ شیطانی عقیدہ ہے۔

شیطان (ابلیسؑ) کا یہ کہنا کہ "فبما اغویتنی" (یعنی) تُو نے مجھے گمراہ قرار دیا۔" اس سے معلوم ہوا کہ شیطانی (ابلیسی) عقیدے کے مطابق گمراہی کی نسبت خدا کی طرف دینا جائز ہے۔ کیونکہ:

(۱) "بہ سبب آنکہ مرا گمراہ کردی" (یعنی) کیونکہ تُو نے مجھے گمراہ کیا۔ (شاہ ولی اللہ) ان کے صاحبزادے نے

www.drhasanrizvi.com

ترجمہ کیا۔

(۴۲) ۔۔۔۔ "قسم ہے اُس کی کہ تُو نے گمراہ کیا مجھ کو" ۔۔۔۔ (شاہ رفیع الدین)

اِنھوں نے "ب" کو قسمیہ سمجھا ۔۔۔۔۔۔ (بحوالہ تفسیر جلالین)

شیطان اپنی معصیت کی ذمّہ داری خدا پر ڈالتا ہے۔ اُس کا خدا پر یہ الزام ہے کہ اُس نے مجھے آدمؑ کے سامنے جھکا کر میری عظمت پر ٹھیس لگادی اور مجھے اپنی معصیت پر مجبور کردیا۔ گویا ابلیسؑ کی خواہش یہ تھی کہ اُس کے نفس کی چوری پکڑی نہ جاتی۔ اُس کے تکبّر پر پردہ ہی پڑا رہتا۔ کیونکہ یہ ایک انتہائی احمقانہ بات تھی، اِسی لیے خدا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بس اُس کو اپنی بارگاہ سے نکلنے کا حکم دے دیا۔ ( ) ★۔۔۔۔۔۔ (تفہیم)

نتیجہ :۔ محققین نے نتیجے نکالے :۔

(۱) تکبّر اللہ کی بارگاہ سے نکالے جانے کا سبب بنتا ہے۔

(۲) خدا کے عدل کا اِنکار شیطان (ابلیسؑ) کا عقیدہ ہے۔

(۳) شر کی نسبت خدا کی طرف دینا شیطانی (ابلیسیؑ) عمل ہے۔

(۴) خدا کے مقرّر کیے ہوئے خلیفہ کو نہ ماننا شیطان (ابلیسؑ) کا اصل قصور ہے۔

(۵) اپنی رائے اور قیاس پر سب سے پہلے ابلیسؑ نے عمل کیا۔ (بقول امام جعفر صادقؑ)

(۶) خدا کا حکم نہ ماننا اور اپنی ضد پر اڑے رہنا ابلیسیؑ عمل ہے۔

علامہ فخرالدین رازی لکھتے ہیں: "اِنَّ مَذْهَبَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ اِذَا وَرَدَ عَلٰی خِلَافِ الْقِیَاسِ لَمْ یُقْبَلْ"

یعنی: ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جب اکیلی حدیث قیاس کے خلاف ہو تو وہ قبول نہ کی جائے گی۔ بلکہ قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صہ ۱۰۹ چاپ مصر)

اور دوسری جگہ ابن عباسؓ روایت نقل کرتے ہیں: "ابلیس کے لیے فرمانبرداری قیاس سے بہتر تھی۔ لیکن اُس نے نافرمانی کرکے قیاس کرلیا اور پہلا قیاس کرنے والا ابلیس ہی ہے۔ پس جو شخص بھی اپنی رائے سے دین میں قیاس کرے گا خدا اُس کو ابلیس کے ساتھ مقرون کرے گا۔۔۔۔۔۔۔۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صہ ۱۸۵ چاپ مصر)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (۱۷) وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ○ ۱۷

پھر میں اُن (اولادِ آدمؑ) کی طرف اُن کے سامنے سے، اور اُن کے پیچھے سے، اور ان کے دائیں اور اُن کے بائیں جانب سے آؤں گا۔ اور تو اُن میں زیادہ تر لوگوں کو شکر گذار (عبادت گذار) نہ پائے گا۔

شیطان ہر چہار جانب سے گمراہ کرے گا

شیطان کا یہ کہنا کہ "میں سامنے سے آؤں گا" اور دائیں اور بائیں طرف سے آؤں گا"۔ اس پر حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے نتیجہ نکالا کہ "اوپر کی سمت شیطان کی دسترس سے باہر ہے اس لیے کہ خدا کی رحمت کا راستہ اُس کے بندوں پر کھلا رہے۔ . . . . . . (تفسیر مجمع البیان)

شیطان کے "آگے سے آنے" سے مراد یہ ہے کہ شیطان لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ آخرت کوئی چیز نہیں۔ نہ حساب نہ کتاب، اور نہ جنّت و جہنم کوئی چیز ہے۔ بقول شاعر :۔

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن ؛ دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

شیطان کے "پیچھے سے آنے" سے مراد یہ ہے کہ شیطان خیر خیرات سے روکتا ہے۔ شیطان کے "دائیں طرف سے آنے" سے مراد یہ ہے کہ وہ دین کی حقیقتوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے، اور "بائیں طرف سے آنے" سے مراد یہ ہے کہ ہماری خواہشوں میں بے راہ روی پیدا کرتا ہے۔ . . . . (تفسیر علی بن ابراہیم)

یہی وہ چیلنج تھا جو ابلیسؑ نے خدا کو دیا تھا۔ اُس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مہلت جو آپ نے مجھے دی ہے اس سے میں یہ ثابت کردوں گا کہ آدمؑ کی اولاد اُس فضیلت کی مستحق نہیں ہے جو آپ نے اُس کو میرے مقابلے پر عطا کی ہے۔ میں آپ کو دکھادوں گا کہ آدمؑ کی اولاد کیسی ناشکری، نمک حرام اور احسان فراموش ہے۔ ( )

ابلیسؑ یہ اعلان کر رہا ہے کہ میں لوگوں کو نیکیوں سے روکوں گا اور بدی پر اُبھاروں گا۔ حکمائے اسلام نے پہلے فقرے سے مراد "قوّتِ شہوی" لی ہے، اور دوسرے سے "قوّتِ غضبی"۔ . . . . (تفسیر کبیر)

ابلیس نے نہایت مستعدی اور ٹھیک ٹھاک انداز سے لوگوں کو جہنّم کیلئے کثیر تعداد میں تربیت دیکر تیار کرلیا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ۱۸

فرمایا، تُو یہاں نکل جا ذلیل قابلِ نفرت اور ٹھکرایا ہوا مردود ہو کر۔ اور خوب سمجھ لے کہ اُن میں سے جو لوگ بھی تیری پیروی کریں گے، تو میں تم سب کے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

ابلیس لعین کے مطالبات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ "جب اللہ نے ابلیس کو نکل جانے کا حکم دیا تو ابلیس نے عرض کی: "خداوندا! تُو عادل ہے، کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ کیا میرے نیک اعمال کا ثواب بھی تُو باطل کر دے گا؟" فرمایا: نہیں۔ تُو امرِ دنیا سے جو چاہے بدلہ مانگ لے میں تجھے دیدوں گا۔" پس پہلی چیز جو اُس نے مانگی وہ قیامت تک کی زندگی تھی۔ خدا نے اُسے ظہورِ امام مہدیؑ تک کی زندگی عطا فرمائی پھر اُس نے کہا، مجھے اولادِ آدمؑ پر تسلّط عطا فرما۔ فرمایا: "میں نے مسلّط کر دیا" پھر اُسنے کہا: "رگوں میں جس طرح خون چلتا ہے میں بھی اُسی طرح اُن میں سرایت کر سکوں"۔ فرمایا: "یہ بھی منظور ہے"۔ پھر بولا جب اُن کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو، میرے ہاں دو پیدا ہوں۔ میں اُنھیں دیکھ سکوں، مگر وہ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ اور مجھے یہ بھی اختیار ہو کہ میں جس شکل میں چاہوں اُن کے سامنے آسکوں۔" خدا نے فرمایا: "میں نے یہ سب کچھ عطا کیا۔" پھر اُس نے کہا: "مالک! کچھ اور بھی دے۔" فرمایا: "میں نے تیرا اور تیری اولاد کا اُن کے سینوں میں ٹھکانہ قرار دیا۔" اُس وقت اُس نے کہا بس اب کافی ہے۔

اس کے مقابلے میں خدا نے اولادِ آدمؑ کو یہ حق دیدیا کہ "جب تک وہ موت کی شکل نہ دیکھ لیں، اگر اپنی غلطیوں اور گناہوں پر سچے دل سے شرمندہ ہو کر معافی مانگ لیں تو اُن کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔" (الحدیث)

خدا نے خود فرمایا: "اے وہ لوگو! جنھوں نے اپنے اوپر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے، خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، خدا تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ (کیونکہ) خدا بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (القرآن)

نیز یہ کہ خدا نے ہماری ہدایت کے لیے ایسے امام مقرر فرمائے جو ہماری ہدایت خدا کے حکم کے عین مطابق کرتے ہیں۔ (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قرآن کے اعتبار سے شیطان کا درجہ خدا کا ہمسر یا مدِ مقابل، حریف یا رقیبِ روسیاہ کا نہیں۔ نہ وہ کوئی چھوٹا موٹا دیوتا ہے۔ وہ خدا کی مخلوق ہے اور وہ بھی تمامتر ذلیل وحقیر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ماجدی)

خدا سے گفتگو کر لینا بھی کوئی مقبولیت کی دلیل نہیں۔ ——— (تھانوی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ "گناہ کا خیال حضرت آدم علیہ السلام میں طبعی طور پر پیدا نہیں ہوا، بلکہ شیطان نے باہر سے یہ خیال اُن کے دل میں ڈالا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اُس نے حضرت آدم علیہ السلام سے بغیر ملے ہی یہ خیال اُن کے دل میں ڈالا ہو۔" ——— (تفسیر کبیر)

حضرت آدمؑ کی خطا کی ذمے داری "بائیبل" کے مطابق حضرت حوّاؑ پر عائد ہوتی ہے۔ بائیبل میں ہے کہ:

" اور عورت نے جوں دیکھا کہ وہ درخت کھانے میں اچھا ہے اور دیکھنے میں خوشنما ہے، اور عقل بخشنے میں خوب ہے تو اُس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے خصم کو بھی دیا۔" ——— (پیدائش ۳ : ۶)

مگر قرآن اِس کو نہیں مانتا۔ وہ حضرت آدمؑ کو ذمے دار قرار دیتا ہے۔ اِس لیے واقعے سے عورت کی تحقیر ثابت نہیں نہیں ہوتی۔ قرآن میں فرمایا: " وَعَصٰٓی اٰدَمُ " (آدمؑ نے حکم نہ مانا)۔

نیز یہ کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: " حضرت آدم علیہ السلام نے دھوکے میں آکر درخت کو چُھوا۔ کیونکہ شیطان نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ اِس میں آپؑ کا فائدہ ہے۔ حضرت آدمؑ یہ تصوّر بھی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہے۔ دوسرے (۲) یہ کہ وہ درخت بعینہٖ وہی درخت نہ تھا جس کی طرف خدا نے اشارہ کر کے حضرت آدمؑ و حوّاؑ کو روکا تھا۔ یہ درخت اُسی جیسا دوسرا درخت تھا۔ تیسرے (۳) یہ کہ جب حضرت حوّاؑ نے پہلے اُس درخت کا پھل کھایا تو اُن پر اُس کا کوئی اثر نہ ہوا جس سے حضرت آدمؑ اور بھی دھوکا کھا گئے اور سمجھے کہ اِس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ چوتھے (۴) یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ترکِ اولیٰ نبوّت عطا کیے جانے سے پہلے کا تھا۔ نبوّت اِس واقعے کے بعد عطا ہوئی۔ ——— (از نور الثقلین)

خدا نے حضرت آدمؑ و حوّاؑ دونوں کو فرمایا: " لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ " (نہیں قریب جاؤ دونوں اِس شجر کے)

www.drhasanrizvi.com

(۱۹) وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ ۱۹

اور اے آدمؑ! تم اور تمھاری بیوی' دونوں اسی جنّت میں رہو۔ اور تم دونوں کا جہاں سے دل چاہے کھاؤ۔ مگر ہاں' اِس درخت کے پاس نہ جانا' ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

(۲۰) فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ ۲۰

پس شیطان نے اُن دونوں (کے دلوں) میں وسوسہ ڈالا' تاکہ اُن کے سامنے اُن کے جسم کے پوشیدہ حصّوں کو اُن کے سامنے ظاہر کردے جو خود اُن سے (اب تک) پوشیدہ تھے۔ اُس نے (اُن سے) کہا: تمھارے پالنے والے مالک نے اِس درخت سے صرف اِس وجہ سے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ ہمیشہ (زندہ) رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

حضرتِ آدمؑ و حوّاؑ کا جنّتی لباس

آیت ۲۰:- اِس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور جناب حوّاؑ شروع ہی سے برہنہ تھے مگر اُنھیں اِس کا احساس نہ تھا۔ جیسا کہ "بائیبل" میں لکھا ہے۔ مگر قرآن کے اعتبار سے اُن دونوں کے جسم پر لباسِ جنّت موجود تھا۔ درخت کا پھل کھانے کے بعد وہ لباس جسم سے اُتر گیا' تب وہ برہنہ ہو گئے۔ اور جلدی جلدی پتّوں سے اپنا اپنا جسم چھپانے لگے۔ گویا جسم چھپا ہوا تھا مگر کھانے کے بعد اُنھوں نے دیکھا کہ وہ برہنہ ہو گئے ہیں۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ شیطان نے یہ چاہا کہ اُن کے لباس کو اُتروا دے۔ اصل میں شیطان کا اصل مقصد ہی یہ تھا کہ آدمؑ و حوّاؑ کو جنّت سے نکلوا دے۔

★ (فصل الخطاب)

نتیجہ:- بعض مفسّرین نے نتیجہ نکالا کہ "شیطان جانتا تھا کہ اِس درخت کے پاس جانے سے آدمؑ و حوّاؑ برہنہ ہو جائیں گے۔ اور جو برہنہ ہو جائے وہ جنّت میں نہیں رہ سکتا۔

★ (مجمع البیان)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: "اور خدا نے آدمؑ و حوّاؑ کو جو لباسِ جنّت پہنایا تھا وہ فوراً اُن سے علیحدہ ہو گیا اور گر گیا۔" (صافی' برہان)

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۙ ۲۱

(۲۱) پھر اُن دونوں کے سامنے قسم بھی کھالی کہ میں تو تم دونوں ہی کی بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۲

(۲۲) (اِس طرح) اُن دونوں کو اُس نے دھوکے میں ڈال دیا۔ تو جب اُن دونوں نے اُس درخت میں سے چکّھا (فوراً ہی) اُن کے جسم کے چُھپے ہوئے حصّے ظاہر ہوگئے۔ اور وہ اپنے اوپر جنّت کے پتّوں کو جوڑ جوڑ کر پردہ کرنے لگے۔ تب اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں پکارا (اور کہا) کیا میں نے تم دونوں کو اُس درخت سے روکا نہ تھا (کہ اُس کے قریب بھی نہ جانا) اور یہ نہیں بتایا تھا کہ یقیناً شیطان تم دونوں کا کُھلم کُھلا دشمن ہے؟ (اِس لیے اِس سے ہوشیار رہنا۔)

آیت ۲۲:- حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: "كانت سوآتهما لا تبدو لهما فبدت" یعنی: اُن کی عورتین (پوشیدہ جسمانی حصّے) اُن پر ظاہر نہ تھے' اب ظاہر ہوگئے۔"

گویا حاجاتِ ضروریہ کا احساس ہوا اور قوائے شہوانیہ میں گرمی پیدا ہوئی' بلکہ غذا کے اندر جانے سے بدنی مشینری چالو ہوگئی تو بدن کے جو حصّے معرضِ توجہ نہ تھے' اب وہ مرکزِ التفات بن گئے' فطرتِ انسانیہ کے ماتحت شرم و حیا لازم تھی پس مقاماتِ شرم وحیا کو ڈھانپنے کے لیے جنّت کے کیلے یا انجیر کے پتّے استعمال کیے۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۶ ص ۲۱،۲۲)

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ "(۱) شرم وحیا و حجاب انسانی فطرت ہے اور عریانی و بے حیائی اِبلیسیت ہے (۲)۔ اور یہ کہ اپنے خاص جنسی اعضاء کا سب کو دکھانا قبیح عمل ہے۔ *...... (تفسیر کبیر، قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ۲۳

دونوں (آدمؑ وحواؑ) نے عرض کی: اے ہمارے پالنے والے مالک! ہم دونوں نے تو خود اپنے ہی اوپر ظلم کیا، اب اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم دونوں پر رحم نہ کیا، تو یقیناً ہم سخت نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت آدمؑ اور ابلیسؑ کے قصّے کے نتائج

محققین نے ان آیتوں سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:

(۱) انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ فطری طور پر پایا جاتا ہے۔ اسی لیے جسم کے مخصوص حصّوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے پر انسان کو فطرتاً شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ شرم وحیا مصنوعی طور پر ارتقا کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتی۔

(۲) شیطان نے انسان کے کمزور ترین پہلو یعنی جنسی پہلو پر حملہ کرنا ہے۔ پہلی ضرب اُس نے جنسی پہلو کے محافظ شرم وحیا پر لگائی جو اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھی تھی۔ آج بھی ہر شیطانی کام جسے جدید لوگ ترقّی کہتے ہیں، شروع نہیں ہوتا جب تک عورت کو بے پردہ کر کے منظرِ عام پر لا کر کھڑا نہ کر دیا جائے۔ (لیکن عورت آج تک مرد کے اِس فلسفے کو نہ سمجھ سکی کہ مرد اُس کو برہنہ حالت میں پیش کر کے اپنی ہوس کی آگ بجھا رہا ہے) اشتہارات بھی عورت سے خالی نہیں ہیں۔

(۳) انسان بُرائی کی کُھلی دعوت کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ اِس لیے انسان کو جال میں پھانسنے کے لیے ہر داعیِ شر کو خیر خواہ کے بھیس میں آنا پڑتا ہے۔

(۴) انسان میں جاودانیِ زندگی اور ترقّی کرنے کا لازوال جذبہ موجود ہے۔ شیطان نے انسان کے اِسی جذبے سے کام لیکر اُس کو یہ سُجھایا کہ اِس درخت کے پاس جانے سے تم ہمیشہ کے لیے اِسی جنت میں رہنے کے مستحق بن جاؤ گے۔

(۵) خدا کی نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا پردہ کُھل جاتا ہے۔ اِسی لیے حضرت آدمؑ وحواؑ نے جب شجرِ ممنوعہ کے پھل کو چکھا تو اُن کے جنتی لباس برطرف ہو گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو برہنہ دیکھا۔

(۶) جب انسان خدا کی اطاعت سے قدم باہر نکالتا ہے تو خدا اُس کو اُس کے نفس کے حوالے کر دیا کرتا ہے۔ اِسی لیے جب تک حضرت آدمؑ وحواؑ نے خدا کا کہنا مانا، اُن کا لباس قائم رہا، جب اطاعت سے قدم باہر نکالا تو خدا نے اپنی حفاظت کا

www.drhasanrizvi.com

لباس اُتار لیا اور اُن کو خود اپنی حفاظت کا ذمّے دار بنا دیا۔ اِسی لیے حضورِ اکرمؐ یہ دُعا فرماتے تھے:

"خدایا! میں تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں، پس مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر۔" (الحدیث)

(ے) اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمؑ اور ابلیسؑ کے معرکے میں انسان اپنے رب کی پوری طرح اطاعت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور انسان کی یہ کمزوری ثابت ہو گئی کہ وہ شیطان کے فریب میں آکر راہِ حق سے ہٹ سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انسان افضلِ مخلوق ہے۔ وہ اِس طرح کہ (الف) اوّل شیطان نے اپنی بڑائی کا خود دعویٰ کیا، جبکہ انسان نے اپنی بزرگی کا خود دعویٰ نہیں کیا، بلکہ خدا نے اُس کو بڑائی عطا فرمائی اور خدا ہی نے اس کا اظہار بھی فرمایا کہ فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

(ب) شیطان نے اپنے غرور اور تکبّر کی وجہ سے جان بوجھ کر خدا کی نافرمانی کی، جبکہ انسان نے شیطان کے فریب میں آکر خداوندِ عالم کی نافرمانی کا بدنما نشان اپنی پیشانی پر قیامت تک کے لیے لگا لیا۔

(ج) انسان نے شر کی کھلی دعوت کو قبول نہیں کیا، بلکہ شیطان کو مجبوراً داعیِ خیر اور ناصح بن کر سامنے آنا پڑا۔ انسان کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ اُسے پستی کی طرف نہیں، بلکہ بلندی کی طرف لے جانا چاہتا ہے، اِس لیے اُس کی بات مان لی۔

(د) اور چوتھی فضیلت انسان کو یہ حاصل ہوئی کہ جب انسان نے اپنی غلطی کو محسوس کیا تو فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا۔ توبہ کی، معافی مانگی، اصلاح کی کوشش کی اور بغاوت سے اطاعت کی طرف پلٹ آیا۔ اور خدا کے دامنِ رحمت کو ڈھونڈنے لگا، جبکہ شیطان نے اپنی غلطی خدا کے ذمّے تھوپ دی، اور خدا کے سامنے تکبّر کیا، اپنے گناہ پر اصرار کیا دوسروں کو بہکانے کے لیے مہلت مانگی، یعنی کھُلم کھُلا بغاوت پر اُتر آیا۔

سارے قصّے کا اصل پیغام یہ ہے:۔

(۱) انسان شیطان کی چالوں کو سمجھنے اور اُن سے بچنے کے لیے ہر وقت چوکنا رہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اگر کبھی اطاعتِ خدا سے ہٹ جائے تو فوراً اپنی غلطی پر شرمندہ ہو اور اپنے رب سے معافی مانگے اور آئندہ اطاعت کی راہ پر چلتے رہنے کا عہد کرے ——— (اور)

www.drhasanrizvi.com

(۳) کسی قیمت پر بھی خدائی ہدایت سے بے نیاز نہ ہو کر شیطانوں کو اپنا دوست یا سرپرست نہ بنائے۔

(۴) اپنی غلطی پر کبھی اصرار نہ کرے۔

(۵) تکبّر کی اُس راہ پر چلنے کی کوشش نہ کرے جس پر شیطان چلا اور راندۂ درگاہِ الٰہی ہوگیا بلکہ عجز و انکساری اور بندگی و فرمانبرداری کی وہ راہ اختیار کرے جو حضرت آدمؑ و حوّاؑ نے اختیار کی تھی۔ (تفہیم)

عجیب بات یہ ہے کہ خدا نے ایک حکم آدمؑ کو دیا اور دوسرا حکم ابلیسؔ کو۔ آدمؑ کو درخت کے قریب نہ جانے کا حکم دیا، اور ابلیسؔ کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ دونوں نے حکم پورا نہ کیا۔ آدمؑ درخت کے قریب گئے اور ابلیسؔ نے سجدہ نہ کیا۔ اِس کے باوجود آدمؑ کی فضیلتیں مسلّم رہیں اور ابلیسؔ ہمیشہ کے لیے ملعون قرار پایا۔ فرق صرف یہ ہے کہ:

(۱) حضرت آدم علیہ السّلام نے اپنی خطا کا اعتراف کیا، اور ابلیسؔ نے اپنی غلطی خدا کے ذمّے ڈالی۔

(۲) حضرت آدم علیہ السّلام کا رویّہ عاجزانہ تھا، جبکہ ابلیسؔ کا رویّہ باغیانہ تھا۔

عاجزی کا اصل تقاضا یہی ہوتا ہے کہ انسان اطاعت و فرمانبرداری سے نہ ہٹے، اور اگر ہٹ جائے تو شرمندگی اور توبہ کی اختیار کرنے میں دیر نہ کرے، جتنی جلدی ہو سکے بہتر ہے۔ کیونکہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "الاستغفار هي الندام" (شرمندہ ہونا ہی خدا سے معافی طلب کرنا ہے) (الحدیث)

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تین مقامات پر جلدی کرنے کو فرمایا ہے:

(۱) "عجّلوا بالصلوٰةِ قبل الفوت": "نماز (کا وقت) فوت ہونے سے پہلے جلدی سے پڑھ لو
یعنی جب نماز کا وقت داخل ہو گیا تو اب لاپرواہی نہ کرو، پہلی فرصت میں ادا کرو۔

(۲) "عَجّلوا بالتّوبةِ قبل الموت": مرنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔

(۳) "عَجّلوا بالصدقةِ قبل البلاء": مصیبت نازل ہونے سے پہلے صدقہ دینے میں جلدی کرو۔ (الحدیث) *......

گناہ کا دھبّہ صرف دو چیزوں سے صاف ہو سکتا ہے۔ (۱) جہنّم کی آگ (۲) یا شرمندگی کا آنسو۔ (احیاء العلوم۔ غزالی)

سے "موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے ٭ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے"

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ (۲۴) عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ۲۴

ارشاد ہوا، اُتر جاؤ۔ اب تم (دونوں۔ اولادِ آدمؑ اور شیطان) ایک دوسرے کے دشمن رہوگے، اور اب تمھیں ایک خاص مدت تک زمین پر ہی ٹھیرنا ہوگا، اور (وہیں تمھارے لیے) سامانِ زندگی موجود ہوگا۔

حضرت آدمؑ و حوّاؑ جنّت میں چھ گھنٹے رہے

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: "بروز جمعہ زوالِ شمس کے وقت حضرت آدمؑ کے پُتلے میں روح پھونکی گئی (نفخِ روح ہوئی) پھر فرشتوں نے اُن کے سامنے سجدہ کیا۔ اور جنّت میں سکونت ملی۔ اور کلیہ چھ گھنٹے وہاں رہ کر شام کو باہر نکل آئے"

(تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۲۲)

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ حضرت آدمؑ و حوّاؑ کو جنّت سے اُترنے کا حکم سزا کے طور پر دیا گیا۔ کیونکہ حضرت آدمؑ و حوّاؑ کی توبہ تو خدا نے قبول کرلی تھی جس کا ذکر قرآن میں کئی جگہ موجود ہے۔ اصل میں حضرت آدمؑ کو تو زمین پر بھیجنے ہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، اس لیے خدا کے منشاء کو پورا کرنے کے لیے حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجا گیا.... (تفہیم)

حضرت آدمؑ کا زمین پر وارد ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: "لٹورا ایک بڑے سر والا پرندہ ہے جو چڑیوں کو شکار کرتا ہے اُس کے مارنے کی ممانعت اس لیے کی گئی ہے کہ اُس نے مہینے بھر تک حضرت آدم علیہ السّلام کی رہبری کی، اور جزیرۂ "سراندیپ" سے آپ کو جدّہ لے گیا تھا۔" (

(از تہذیب الاسلام (ترجمہ مولانا ظفر حسن صاحب) ص ۱۹۴)

نیز امامؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ: حضرت آدم علیہ السّلام جب جنّت سے باہر تشریف لائے تو جبرائیلؑ نے پوچھا: اے آدمؑ! خدا نے تم کو اپنے یدِ قدرت سے خلق فرمایا اور تمھارے جسدِ خاکی میں روح پھونکی، پھر فرشتوں سے سجدہ کرایا، پھر تمھیں حوّاؑ جیسی زوجہ عطا کی، اور جنّت میں سکونت بخشی، پھر صرف ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا، لیکن تم نہ رُک سکے؟

حضرت آدم علیہ السّلام نے جواب دیا: اے جبرئیلؑ! ابلیس (ملعون) نے اللہ کی قسم کھا کر مجھے بتایا کہ

www.drhasanrizvi.com

میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھے تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ مخلوق میں سے کوئی خدا کی جھوٹی قسمیں بھی کھایا کرتا ہے۔

وسوسہ کیا ہے اور اس کا محرک کون ہے؟

(برہان)

احیاء العلوم غزالی سے منقول ہے:

(۱) "دل مثل ایسے گنبد کے ہے کہ متعدد دروازوں سے اس میں حالات کا ورود ہوتا ہو۔ (۲) یا مثل ایسے نشانے کے ہے جس پر ہر جانب سے تیر برس رہے ہوں، (۳) یا مثل ایسے شیشے کے ہے جس پر یکے بعد دیگرے مختلف صورتوں کے نقش اُبھرتے ہوں، (۴) یا مثل ایسے حوض کے ہے کہ ہر جانب سے نالیوں کے ذریعے سے اُس میں پانی جمع ہوتا ہو۔ پس دل میں حالاتِ مختلفہ کا ورود یا تو ظاہری راستوں سے ہوگا جو حواسِ خمسہ کہلاتے ہیں، اور یا باطنی راستوں سے ہوگا جیسے قوتِ خیالیہ، قوتِ شہویہ، قوتِ غضبیہ وغیرہ۔ پس دل پر انہی متعینہ راستوں کے ذریعے سے یکے بعد دیگرے جو بھی خیالات وارد ہوتے ہیں، اُن کا دل پر اثر ہوتا ہے اور اس لحاظ سے دل کے تاثرات بدلتے رہتے ہیں، اور دل آثارِ مختلفہ کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ اِن میں بعض دیرپا ہوتے ہیں اور بعض فوری ہوتے ہیں جو اِدھر سے آئے اور اُدھر سے گئے۔ پس یہی خیالات انسان کی عملی قوتوں کی تحریک کرتے ہیں اور ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک وہ جو بُرائی کی تحریک کرتے ہیں، یا جن کا نتیجہ دنیاوی یا اُخروی خسارہ ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ جو اچھائی کی طرف اقدام کے محرک ہوتے ہیں، یا جن کا نتیجہ دنیاوی یا اُخروی فائدہ ہوتا ہے۔

پہلی قسم کے خیال کا نام "وسوسہ" ہے، اور دوسری قسم کے خیال کا نام "الہام" ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اِن خیالات کو کون لاتا ہے؟ یقیناً انسان تو خود لاتا نہیں ہے، کیوں کہ دل پر وارد ہونے والے خیالات کو خود انسان دفع کرنے کی ہزار بار سعی کرے، تب بھی ناکام رہے گا، پتہ چلا کہ انسان اپنے لاتے ہوئے خیالات کو دفع کرنے پر قادر نہیں تو لانے پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ ظاہر کہ اب اِن خیالات کا محرک انسان کے علاوہ یا تو خدا ہے یا شیطان۔ اگر خیالات اچھے ہیں تو خدا ان کا محرک ہے کیونکہ شیطان سے اچھائی کی توقع ممکن نہیں، اور اگر خیالات بُرے پیدا ہوئے ہیں تو وہ خدا کی جانب سے نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا بُرائی کی دعوت نہیں دیتا پس ماننا پڑیگا کہ بُرے خیالات شیطان کی طرف سے ہیں جس کو "وسوسہ" کہا جائیگا اور اچھائی کا "الہام" خدا کی طرف سے ماننا پڑے گا۔

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ (۲۵) نیز فرمایا: اب اِسی (زمین) میں تم زندہ
وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۵ ۲۵ رہو گے اور اِسی میں مرو گے، اور پھر اِسی سے
(دوبارہ) نکالے بھی جاؤ گے

ع ۲ / ۱۵ / ۹

حضرتِ آدمؑ اور ابلیسِ لعین کے واقعے کے اخلاقی نتائج

محققین نے اِس واقعے کے بہت سے نتائج نکالے ہیں

(۱) انسان ساری خدائی حتّٰی کہ جنوں اور فرشتوں سے بہتر ہے۔ (۲) طبعی عصمت کا مرتبہ ارادی عصمت سے کم ہے۔

(۳) حسد، تکبر اور طمع بدترین صفات ہیں۔ شیطان حسد اور تکبر سے مارا گیا، اور آدمؑ و حوّاؑ اعتبارِ بیجا کی وجہ سے دھوکہ کھا گئے۔

(۴) جماعت سے علیحدگی بُری چیز ہے۔ (۵) خلقی صفت یا نسب وغیرہ پر ناز کرنا بُرائی ہے۔

(۶) جو دوسروں سے اونچا ہونا چاہتا ہے وہ بالآخر پست ہوتا ہے۔ (۷) بُرے آغاز کا بُرا انجام ہوتا ہے۔

(۸) قصور وار کا بھی واجب حق ادا کرنا ضروری ہے۔ اِسی لیے خدا نے ابلیس کو وقتِ خاص تک مہلت عطا فرمائی۔

(۹) مجرم کو ضد کرنے پر سزا زیادہ دی جاتی ہے۔ (۱۰) خدا کی طرف گمراہی کی نسبت دینا شیطان کا عمل ہے۔

(۱۱) جو بُرائی کی پیروی کرتا ہے، اُس کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ (۱۲) حقیقی اور سچا دوست مشکل سے ملتا ہے۔

(۱۳) بے جانچے کسی کی بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ (۱۴) دشمن کی بات پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۵) خدا کے حکم کی کبھی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ (۱۶) غلطی پر ضد کرنے کے بجائے توبہ کرنی چاہیے۔

(۱۷) توبہ اور ندامت سے اصل مرتبہ پھر حاصل ہو جاتا ہے۔ (۱۸) کبھی کبھی ذاتی عداوت موروثی عداوت بن جاتی ہے۔ (۱۹) دشمن کی قسموں پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

؎ بر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی است
پائے بوسِ سیل، پا افگند دیوار را

یعنی: دشمن کی انکساری پر بھروسہ کرنا نادانی ہے ۔۔۔ (کیونکہ) سیلاب دیوار کے پیر چوم کر اُس کو گرا دیتا ہے۔

★ .... (از ترجمہ و تفسیر مولانا فرمان علیؒ)

www.drhasanrizvi.com

يٰبَنِىٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ (۲۶) لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ ۲۶

اے آدمؑ کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اِس لیئے اُتارا ہے تاکہ وہ تمہارے جسم کے پوشیدہ حصّوں کو چھپالے اور تمہارے جسم کو خوبصورت بھی بنائے۔ مگر بہترین لباس تو تقوٰی ہے یہی سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ شاید وہ اِس طرح سبق سیکھیں۔

ریش کے معنی اور لباس کا مقصد

لباس یعنی "ریش" یعنی زینت ہوتا ہے۔

"رِیْشًا" کے اصل معنی "رونق" ، زینت ، لباس اور مال کے ہوتے ہیں۔ اِس کا واحد ریشۃ ہے جس کے معنی "پرندوں کے پر" ہیں۔ جس طرح پرندوں کے پر' پرندوں کے لیے زینت اور رونق ہوتے ہیں' اِسی طرح انسانوں کے لیے اُن کا لباس زینت اور رونق ہوتا ہے۔ اسی طرح مال بھی رونق اور زینت کا سبب ہے۔ اِس لیے مال کو بھی "ریش" کہتے ہیں۔ * ـــــــ (خازن بغدادی)

ابنِ عباسؓ نے "رِیْشًا" کے معنی مال ہی فرمائے ہیں۔ یہی قول مجاہد، ضحاک اور سُدّی کا ہے۔

ابنِ زید نے کہا کہ "ریش" سے مراد "جمال" ہے۔ اور اس کے معنی کپڑے اور اثاثے کے بھی ہیں۔

متاع اور مال کو بھی "رِیش" کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں "اِنَّہٗ لَحَسَنُ الرِّیْشِ" یعنی اُس کے کپڑے عمدہ ہیں۔" اِس کے معنی عیّاشی اور فراخی کے بھی آتے ہیں۔

* ـــــ تفسیر لباب التاویل از خازن جلد ۲ طبع مصر، لغات القرآن نعمانی جلد ۳ صفحہ ۱۶۹، تفسیر صافی صفحہ ۱۷۰

آیت میں لباس کے اصل بنیادی مقصد کو بھی بتایا گیا۔ عرب لباس کو صرف زینت اور موسمی اثرات سے بچنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہی طرز آج بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ آیت نے بتایا کہ لباس کا پہلا مقصد قابلِ شرم جسمانی اعضاء کی پردہ پوشی کرنا ہے۔ عربوں کے نزدیک خاص اعضاء کو لوگوں کے سامنے کھول دینا

www.drhasanrizvi.com

معیوب نہ تھا۔ وہ منظرِ عام پر برہنہ نہاتے تھے، راستوں پر قضاءِ حاجت کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ حج کے موقع پر ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، عورتیں تک برہنہ ہو کر طواف کرنے کو مذہبی فعل سمجھ کر انجام دیتی تھیں۔

آیت میں بتایا جارہا ہے کہ برہنگی شیطانی عمل ہے۔ کیونکہ تم نے اپنے رب کی رہنمائی کو قبول نہ کیا، اس لیے شیطان نے تمھیں انسانی فطرت سے ہٹا کر بے حیائی کے راستے پر ڈال دیا۔

حضرت امام محمّد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السّلام سے مروی ہے کہ:

"لباسِ تقویٰ" سے مراد سفید لباس ہے۔" ★ .... (تفسیر برہان)

اور ایک روایت میں حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ " لباس سے عام لباس مراد ہے اور "ریش" سے مال و متاع مراد ہے اور لباسِ تقویٰ سے "عفیف ہونا" مراد ہے۔ کیونکہ عفیف یعنی پاکدامن انسان اگر برہنہ ہو تب بھی اُس کی شرمگاہ پر پردہ ہوتا ہے، اور بدکار اگرچہ لباس میں ہو تب بھی اُس کی شرمگاہ ظاہر ہوتی ہے۔

★ .... (تفسیر انوار النجف ج ۲۵۰ ص ۲۴۵)

نتیجہ:۔ محققین نے نتیجہ نکالا ہے کہ (۱) رسولوںؑ کی رہنمائی کے بغیر ہم فطرت کے ابتدائی مطالبات اور تقاضوں تک کو نہیں سمجھ سکتے۔ (۲) یہ کہ لباس انسان کے لیے کوئی مصنوعی چیز نہیں، بلکہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ خدا نے انسان کے خاص اعضا، کو چھپانے کا فطری انتظام نہیں فرمایا، جیسے اور جانوروں کے لیے کیا گیا ہے، بلکہ خدا نے انسان کی فطرت میں شرم و حیا، رکھی، جس کی وجہ سے وہ از خود اپنے مخصوص اعضاء کو چھپانے پر مجبور ہے تاکہ اُس کی فطرت کا یہ تقاضا پورا ہو سکے۔ (۳) یہ کہ لباس کا مقصد صرف سترپوشی اور آرائش ہی نہیں، بلکہ لباس کا اصل مقصد لباسِ تقویٰ کو پہننا ہے۔ یعنی لباس ایسا ہو کہ جو خوبصورت بھی ہو، سترپوشی بھی کرے، آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا یا بڑھا ہوا بھی نہ ہو، فخر، غرور اور کبر کی شان لیے ہوئے بھی نہ ہو۔ ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو۔ نہ عورتیں مردانہ پن کی نمائش کریں، نہ مرد زنانہ پن کی نمائش کریں، نہ ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کرکے اپنی ذلّت کا زندہ اشتہار بن جائے۔ (۴) نیز یہ کہ لباس بھی خدا کی ایک نشانی ہے جو انسان کو حقیقت تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔ بشرطیکہ انسان خود سبق سیکھنا چاہے۔ ★ .... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ (۲۷) | اے اولادِ آدمؑ! کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان
كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ | پھر تمھیں بہکا دے جس طرح اُس نے تمھارے ماں باپ
يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا | (آدمؑ و حوّا) کو جنّت سے نکلوایا تھا اور یہاں تک
سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ | اُس نے تو اُن کے جسم سے اُن کے کپڑے تک
قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ | اُتروا دیے تھے' تاکہ اُن کے جسم کے شرم والے
اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ | چھپائے جانے کے قابل حصّے اُن کی آنکھوں
لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۲۷ | کے سامنے لے آئے۔ یہ حقیقت ہے کہ شیطان

اور اُس کا قبیلہ تمھیں جس طرح دیکھتا ہے' تم اُنھیں اُس طرح نہیں دیکھتے (یا) وہ اور اُس کے ساتھی تمھیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں' جہاں سے تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اُن شیطانوں کو ہم نے اُن لوگوں کا سرپرست اور ساتھی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

شیطان کا انسان پر تصرف

"مجمع البیان" میں ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ خدا نے ابلیس اور اُس کے لشکر کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ انسان کے جسم میں خون کی طرح پھیل جائیں' پس بنی آدم کے سینوں میں اُن کے ٹھکانے ہیں۔ وہ تو بنی آدمؑ کو دیکھتے ہیں لیکن انسان اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔

* ـــــــ (تفسیر انوار النجف جز ۲ ص ۲۵)

انسان کا جنّات کو دیکھنا عادت کے خلاف ہے' لیکن جنات کو دیکھنے کی قطعی نفی بھی نہیں۔

* ـــــــ (بیضاوی ' تھانوی)

نتیجہ :- محققین نے نتیجہ نکالا کہ مومنینِ کامل پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ جو جس قدر شیطان کے کہنے میں آئے گا' اُسی قدر ایمان میں کچا ہوگا۔

* ـــــــ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا (۲۸) اور جب یہ لوگ کوئی بھی بُرا کام کرتے ہیں تو
عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ پایا ہے، اور خدا ہی نے تو ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا
اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ہے۔ آپ کہیئے کہ یقیناً خدا بے حیائی اور بُرے
کاموں کا کبھی حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا تم اللہ کیلئے ایسی باتیں بناتے ہو جن کے متعلق تم کچھ بھی نہیں جانتے۔

نتیجہ:۔ محققین نے اس آیت " خدا بدکاری کا حکم نہیں دیا کرتا " سے نتیجہ نکالا کہ: " افعال میں ذاتاً بھی بھلائی اور بُرائی موجود ہے۔ یعنی حُسن و قُبح عقلی ہے "۔ یہی مسلک عدلیہ اور امامیہ کا ہے۔ (فصل الخطاب)

عربوں میں برہنگی کی رسم

خدا کا فرمانا " اور جب وہ بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں "۔ یعنی مشرکین طرح طرح کی بدکاریاں کرتے تھے۔ (مجمع البیان) مگر یہاں اُن کا برہنہ طواف کرنا خاص طور پر مراد ہے۔ (تفسیر تبیان)

اِس کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ کپڑے پہن کر تو ہم نے طرح طرح کے گناہ کیے ہیں، اس لیئے ہمارے کپڑے اِس لائق نہیں ہیں کہ ہم اُن کو پہن طواف کریں۔ لہٰذا ہم جس حالتِ معصومیت میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اُسی حالت میں طواف کریں گے۔ (مجمع البیان)

کوئی شریف عرب یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ بازار میں یا اپنے قبیلے کے سامنے برہنہ ہو جائے۔ مگر مذہبی رسوم ادا کرتے وقت اِس لیئے برہنہ ہو جاتے تھے کہ وہ اِسے خدا کا حکم سمجھتے تھے۔ اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ خدا ایسے گندے فحش کاموں کا حکم نہیں دیا کرتا۔ تمھارے مذہب میں ایسے رسوم کا ہونا خود اِس بات کی دلیل ہے کہ اِس میں شیطان کا عمل دخل ہو چکا ہے۔ (تفہیم)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: " کیا تم نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ خدا نے مجھے زنا، شراب یا کسی فعلِ حرام کا حکم دیا ہے؟ عرض کیا گیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اُس " فاحشہ " سے کیا مراد ہے جس کے متعلق 'کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم کو خدا نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اُس کا ولی اس کو جانتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ (فاحشۃ) ائمۂ جور کے لیے ہے، اور جو لوگ دعوٰے کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو اُن کی اقتدار کا حکم دیا ہے۔ پس اُن کی تردید کر رہا ہے کہ وہ غلط کہتے ہیں اور سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔ پس خدا نے اِسی کو فاحشۃ کے نام سے یاد فرمایا ہے "۔
(تفسیر صافی و بُرہان)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ ۲۹

(۲۹) آپؐ فرمادیں کہ میرے پالنے والے مالک نے تو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنی توجہ ٹھیک (خدا کی طرف) رکھو (یا چہرے کو سیدھا رکھو) اور اُسی کے لیے اپنے دین کو خالص رکھتے ہوئے اُسی کو پکارو۔ جس طرح اُس نے تمھیں اب پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، اِسی طرح تم پھر دوبارہ بھی (روزِ جزا وسزا) پیدا کیے جاؤ گے۔

دینِ اسلام کے اصول وطریقے

چہرے کو سیدھ پر رکھنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "ہر نماز پڑھتے ہوئے چہرہ قبلہ کی سیدھ پر رکھو" اور اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خضوع وخشوع اور غایت توجہ کے ساتھ اللہ سے لو لگا رکھو۔ ★.......... (جلالین)

بتایا جارہا ہے کہ خدا کو فحش اور گندی رسموں سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ خدا کے دین کے اصول یہ بتائے جارہے ہیں کہ (۱) انسان اپنی زندگی کو عدل (معتدل اصولوں) پر استوار کرے۔

(۲) عبادت کرتے وقت اپنا رُخ اور اپنی تمامتر توجہات صرف خدا کی طرف رکھے۔

(۳) اپنی ہدایت، نصرت، حفاظت اور نگرانی کے لیے خدا سے دُعا مانگے۔

(۴) اپنے دین کو صرف خدا کے لیے خالص رکھے۔ یعنی پوری زندگی کا ہر نظام خدا کی اطاعت پر مبنی ہونا چاہیے۔

(۵) مدد بھی صرف خدا سے مانگے۔

(۶) اور یہ بات انسان ہمیشہ یاد رکھے کہ جس طرح وہ اِس دُنیا میں پیدا ہوا ہے اُسی طرح اُسے دوسرے عالم میں بھی پیدا کیا جائے گا اور اُسے اپنے اعمال کا پورا پورا حساب خدا کو دینا ہوگا۔ ★...... (تفہیم)

یہ آیت اصلاحِ ظاہر وباطن دونوں پر حاوی ہے۔ اقیموا وجوھکم (یعنی" اپنا رُخ سیدھا رکھو" سے اطاعتِ ظاہری، اور" مخلصین" (یعنی "دین کو خدا کے واسطے خالص کرو" سے اطاعتِ باطنی مراد ہے۔

★........ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

فَرِيقًا هَدٰى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰

(۳۰) ایک گروہ کو (خدا نے) سیدھا راستہ دکھا دیا مگر دوسرے گروہ پر تو گمراہی چپک کر رہ گئی، درحقیقت اُنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے، اور (اس پر طُرّہ یہ ہے کہ) سمجھتے یہ ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ ع

(۳۱) اے آدمؑ کی نسل کے لوگو! ہر نماز کے وقت خود آرائش کے ساتھ بن سنور جایا کرو۔ اور کھاؤ پیو مگر فضول خرچی نہ کرو۔ یقیناً خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گمراہی خدا سے منسوب نہیں کی جاسکتی

(آیت ۳۰) محققین نے نتیجہ نکالا کہ: اللہ کی طرف سے کسی پر بلاوجہ گمراہی ثبت نہیں کی جاتی، بلکہ خود انسان کے اپنے غلط کردار کی وجہ سے گمراہی ثبت کی جاتی ہے۔ جب انسان شیطانوں کو اپنا سرپرست بنا لیتا ہے تب خدا انسان کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ (یا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے) (تفسیر تبیان)

ہر نماز کے لیے بن ٹھن کر آیا کرو

(آیت ۳۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "اس آیت "ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو" کا مطلب یہ ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن غسل کرے، ہر نماز کے وقت کنگھی کرے، سج بن کر نکھر جایا کرے، خوب اچھے سفید کپڑے پہنے۔"

★ — (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی۔ تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر عیاشی)

حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تھے تو بہترین لباس زیبِ تن فرماتے تھے کسی نے اس اہتمام کا سبب پوچھا، تو فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ" "یعنی بیشک خدا جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔" اس لیے میں اپنے پالنے والے مالک کیلئے اچھا لباس پہنتا ہوں۔"

★ — (الجوامع و تفسیر عیاشی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "کنگھی کیا کرو۔ اِس سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے، اور

www.drhasanrizvi.com

بال خوبصورت ہوتے ہیں، دعائیں قبول ہوتی ہیں، قوتِ باہ میں اضافہ ہوتا ہے، اور نزلہ دور ہوتا ہے۔"
★ . . . . (الخصال)

فضول خرچی کے معنی

"فضول خرچی کرنے والوں" کے معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمائے ہیں کہ: ایک شخص کو بہت سا مال خدا نے امانتاً عطا فرمایا اور اُس نے دس ہزار کی ایک گھوڑی خرید لی حالانکہ بیس درہم کی گھوڑی سے بھی کام چل سکتا تھا۔ پس ایسوں ہی کو خدا نے "مُسرف" "فضول خرچ فرمایا ہے۔"
★ . . . . . (تفسیر صافی ص۱۷۱ بحوالہ تفسیر عیاشی)

خدا کا فرمانا: "کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو" اِس میں خدا نے ساری طب جمع کر دی۔ زیادہ کھانے کی مذمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا کہ:
"جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا ہو، اور پھر بھی وہ لوگوں سے مانگے تو وہ "مُسرف" "فضول خرچ ہے۔"

نماز میں واجب حدِ آرائش مردوں کے لیے عورتین (پوشیدہ اعضاء) کا چھپانا ہے۔ اور مستورات کے لیے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے سوا پورا جسم چھپانا ہے۔ ★ . . . . . (جلالین)

نماز میں زینت مگر مستحب یہ ہے کہ نماز کے وقت بہترین لباس پہنے، کنگھی کرے، خوشبو لگائے، دانت صاف کرے۔ جیسا کہ ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی احادیث سے ثابت ہے۔ ★ . . . . . (مجمع البیان)

ایک روایت یہ ہے کہ "یہ زینت کا حکم خاص طور پر نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین کے لیے ہے۔"
★ . . . . . (تفسیر تبیان بقول حضرت امام محمد باقر علیہ السلام)

نتیجہ:۔ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ "ہر کھانے پینے والی چیز حلال ہے، سوا اُس کے کہ جسے خدا و رسول نے حرام فرمایا ہو۔"

"مَسْجِدٍ" سے یہاں مراد نماز اور طواف ہیں۔ ★ . . . . (کشاف - روح)

امام رازی نے نتیجہ نکالا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو کسی حال میں ثواب یا عتاب سے خالی ہو۔ جب اِس جگہ ثواب کی نفی ہو رہی ہے تو لازم ہے کہ وہ عذاب کا مستحق ہوا۔ . . . . ★ . . . (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ۳۲

(۳۲) آپ کہیے کہ آخر کس نے اللہ کی طرف سے (حلال کیے ہوئے) اُس زینت کرنے اور خوبصورتی کے سامان کو حرام کردیا' جسے خود اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے؟ اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزوں اور غذاؤں کو حرام کردیا؟ آپؐ کہدیجیے کہ یہ ساری کی ساری چیزیں دُنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً' صرف اور صرف اُنہی کے لیے ہوں گی۔ اِس طرح ہم اپنی باتوں' آیتوں اور احکام کو صاف صاف بیان کرتے ہیں' اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

مؤمنین کیلئے دنیا اور آخرت کی نعمتیں

آیت کا مطلب یہ ہے کہ مومنین کے لیے اِس دُنیا کی زندگی میں بھی خدا کی نعمتیں مہیا ہیں۔ مگر دُنیا میں غیر مومن بھی ان نعمتوں میں اُن کے ساتھ شریک ہیں' مگر آخرت میں خدا کی تمام نعمتیں صرف مومنین ہی کے لیے ہوں گی' غیر مومن کا اُن میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔
*...... (تفسیر مجمع البیان)

اگر لِلَّذِيْنَ کا "لام" استحقاق کا مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ "خدا کی نعمتوں پر دنیا میں بھی حق صرف اہل ایمان ہی کا ہے' غیر مومن غاصبانہ طور پر ان نعمتوں میں اپنا حصہ لگا لیتے ہیں۔ مگر آخرت میں خدا کی نعمتیں صرف مومنین کے قبضے و تصرف میں ہوں گی' دوسروں کو اُن میں سے کچھ حصہ نہ مل سکے گا۔ *...... (جلالین)

دوسرا مطلب یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کی بہت سی نعمتیں مومنین کو حاصل ہیں' مگر اُن کے ساتھ طرح طرح کے افکار و آلام بھی لگے ہوئے ہیں۔ مگر آخرت میں نری کھری نعمتیں ہی نعمتیں مومنین کے لیے ہوں گی۔ وہاں کسی قسم کا غم' الم یا فکر کا شائبہ اُن میں شامل نہ ہوگا۔ *........ (تفسیر مجمع البیان)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ بغیر خدا کی ممانعت کے دُنیا کی کسی جائز لذت کو اپنے اوپر حرام نہ کرو' البتہ اگر

www.drhasanrizvi.com

ان کو حرام نہ سمجھ کر ذاتی طور پر کسی لذت کو چھوڑ دے۔ وہ بھی خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے لیے، تو وہ قابلِ تعریف ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ......* (تفسیر تبیان)

زیب و زینت بُری چیز نہیں

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی ساری زینتیں اور پاکیزہ چیزیں خدا نے بندوں ہی کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس لیے خدا نے اُن چیزوں کو بندوں پر حرام نہیں کیا ہے۔ اب اگر کوئی مذہب یا نظام ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے تو یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ مذہب یا وہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں آئی۔ ....* (تفہیم)

امام رازی نے زینت سے تمام قسم کی زیب و زینت کی چیزیں مراد لی ہیں۔ مثلاً سواریاں، زیورات، خوشبو، حسنِ نسوانی وغیرہ۔ ....* (تفسیر کبیر)

اور کھانے کی پاک و پاکیزہ چیزوں سے مراد جائز لذیذ چیزیں ہیں۔ خواہ وہ کھانے کی لذیذ چیزیں ہوں یا پہننے کی۔ ......* (تفسیر کبیر، قرطبی)

فقہاء نے اس آیت سے عید، روز جمعہ اور دعوتوں وغیرہ میں اچھے لباس کے استحباب کو ثابت کیا ہے۔ *.. (قرطبی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ مزیدار کھانے قابلِ ترک نہیں۔ اسی لیے رسولِ اکرمؐ نے کسی جائز لذیذ غذا سے نہیں روکا۔ بشرطیکہ اُن کے شوق کی زیادتی حرام تک نہ لے جائے، آخرت اور خدا سے غافل نہ کر دے اور فرائض سے روگرداں کر دے۔ ......* (قرطبی)

تفسیر صافی میں ہے کہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ایک مرتبہ قیمتی لباس پہنے ہوئے دیکھا پس فوراً ہی اعتراض کیا اور کہا کہ آپ کے جد بزرگوار نے تو اس قسم کا لباس کبھی نہیں پہنا تھا؟ امامؑ نے برجستہ فرمایا کہ جناب رسولِ کرمؐ جس زمانے میں تھے وہ تنگدستی کا زمانہ تھا، اب خوشحالی کا ہے اور نیک لوگ اس خوشحالی سے فائدہ اُٹھانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ ہم دوسروں کی نسبت اس کو استعمال کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سفیان! یہ میرا ظاہری لباس جو تُو دیکھ رہا ہے، یہ میں نے صرف لوگوں کے لیے پہن رکھا ہے۔ پھر آپؑ نے سفیان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے زیرجامہ کو دکھایا جو کھدر کا تھا اور فرمایا: یہ کھدر میں نے اپنے لیے پہنا ہے اور ظاہری لباس لوگوں کے لیے۔ پھر آپؑ نے سفیان کا لباس پکڑ کر اُٹھایا تو اوپر کا لباس کھدر کا تھا اور اندر کا لباس نرم تھا۔ فرمایا: تُو نے لوگوں کو دکھانے کے لیے کھدر کا لباس پہنا ہے اور اپنے نفس کے لیے نرم لباس پہن رکھا ہے۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی و عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ۳۳

(۳۳) آپ کہدیجیے کہ میرے پالنے والے مالک نے تو صرف ظاہر بہ ظاہر اور چھپ چھپا کر کیے جانے والے بے شرمی کے بُرے کاموں کو حرام کیا ہے۔ اور گناہ (یا) شراب کو، اور حق کے خلاف بغاوت اور زیادتی کو حرام کیا ہے۔ اور اُسی نے تم پر یہ بھی (حرام کیا ہے) کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک بناؤ، جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل یا سند نہیں اُتاری۔ اور یہ بھی (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ کے بارے میں کوئی بھی ایسی بات کہو جو جانتے نہ ہو۔ (کہ وہ خدا نے کہی ہے)۔

اِثم کے معنی شراب (خمر)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ "اثم" یعنی گناہ سے مراد شراب بھی ہے۔ کیونکہ خدا نے قرآن میں دوسری جگہ "خمر" یعنی شراب کو "اِثْمٌ کَبِيْرٌ" بڑا گناہ فرمایا ہے۔

★ ...... (تفسیر صافی صـ۱۷۱ بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

خلیفہ ہارون الرشید بہت شراب پیتا تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ "قرآن میں کوئی آیت شراب کو حرام بتانے والی نہیں۔" اِس پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اِسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

پھر فرمایا: "اثم (گناہ) سے مراد شراب (خمر) بھی ہے۔" اور ثبوت میں آپؑ نے جاہلیت کے عہد کے شاعر کا یہ شعر پڑھا: "شَرِبْتُ الْاِثْمَ حَتّٰى ضَلَّ عَقْلِيْ

وَكَذَاكَ الْاِثْمُ يَذْهَبُ بِالْعُقُوْلِ

یعنی: (میں نے "اثم" کو پیا یہاں تک کہ میری عقل ہی زائل ہو گئی۔ اور یہ ایسی اثم (شراب) ہے جو عقل کو زائل کر دیتی ہے۔) سب نے اعتراف کیا کہ عربی زبان میں اثم کے معنی شراب بھی ہیں۔

★ .... (وسائل الشیعہ جلد ۳ - کتاب الاشربہ، بحار الانوار جلد ۱۱ صـ ۳۴۷، تفسیر تبیان) .... ★

www.drhasanrizvi.com

اصل میں لفظِ "اثم" (گناہ) کے اصلی معنی "کوتاہی" کے ہیں۔ "آثمہ" اُس اونٹنی کو کہتے ہیں جو تیز چل سکتی ہو مگر جان بوجھ کر سُست چلے۔ کیونکہ انسان خدا کی اطاعت میں جان بوجھ کر کوتاہی کرتا ہے۔ اسی لیے یہ لفظ گناہ کے لیے استعمال ہونے لگا۔ ★..... (امام راغب)

نیز یہ کہ شراب خاص طور پر انسان کو اطاعت سے روک کر جان بوجھ کر معصیت کی طرف پھیر دیتی ہے اس لیے شراب کے لیے "اثم" کا لفظ استعمال کرنا عربی ادب کا جزو بن گیا۔

بغاوت (بغی) حد سے بڑھ جانے کو کہتے ہیں۔ یعنی اُن حدوں میں داخل ہو جانا جن میں داخل ہونے کا انسان کو حق نہ ہو۔ اِس لیے وہ لوگ بھی باغی ہیں جو خدا کی بندگی اور اطاعت کی حد سے نکل کر خود مختارانہ رویّہ اختیار کرتے ہیں۔ خدا کی خدائی میں اپنی کبریائی کے ڈنکے بجاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے حقوق پر دست درازی کرتے ہیں۔ ★..... (تفہیم)

محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ تقوٰی کے جزئیات میں اپنے فہم سے چیزوں کو حرام قرار دینا حرام ہے۔ (ماجدی)

"اللہ نے تمھیں عدل کا حکم دیا ہے" اِس میں تمام معاملات اور حلال کام آگئے۔ اور خدا کے اِس قول کہ "میرے مالک نے تو بیہودگیوں کو حرام کیا ہے" میں تمام منہیات آگئے۔ گویا اس طرح پورا دین اِس آیت میں جمع ہو گیا۔ ★..... (تھانوی)

"**فواحش**" سے **مراد** :- وہ کام ہیں جو بہت گندے اور بیہودہ ہوں۔ (کشّاف - قرطبی)

صوفیاء کے نزدیک "فواحش" سے اشارہ قوّتِ بہیمیہ کے غلط استعمال کی طرف ہے۔ اور "بغی" سے مراد قوّتِ سبعیہ کا غلط استعمال ہے، اور "اَنْ تقولوا" بولنے سے مراد قوّتِ نطقیہ کا غلط استعمال ہے۔ ★... (تفسیر روح المعانی)

"فواحشِ ظاہری" یعنی بدکاری و زناکاری۔ جیسا کہ زمانِ جاہلی میں بدکار عورتیں اپنے خیام (مکانوں) کے اوپر جھنڈا لگا دیتی تھیں، تاکہ بدکار و حرام کار مرد وہاں پہنچیں۔ (۲) شراب نوشی۔ (۳) ظلم و تکبر۔ (۴) برہنہ حالت میں طواف کرنا۔ (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۳۱)

"تقولوا ..." جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو شخص بغیر علم کے فتوٰی دیتا ہے اُس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں"۔ ★..... (صافی)

حضرت امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا گیا کہ "لوگوں پر خدا کی حجت کیا ہے؟" فرمایا: "جو جانتے ہوں کہیں، جو نہ جانتے ہوں وہاں ٹھیر جائیں"۔ ★.... (تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۳۲)

www.drhasanrizvi.com

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ (۳۴) اور ہر قوم کے لیے ایک مُہلت 'مدت

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً یا عمر مقرر ہے ۔ پھر جب کسی قوم کی "اَجل" یعنی

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ ۳۴ مدتِ عمر پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے' پھر نہ

تو وہ ذرا سی دیر پیچھے رہ سکتے ہیں' اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں ۔

موت کا وقت مقرر ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " اَجَل " موت کا وقت معیّن ہے جو شبِ قدر میں ملک الموت کو بتا دیا جاتا ہے۔" * ——— (تفسیر صافی ص۱۷۲ بحوالہ تفسیر عیاشی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "پہلے سال گذر جاتے ہیں، پھر مہینے، پھر دن، پھر سانس، پھر جب موت کا وقتِ مقرّر آجاتا ہے تو انسان نہ ایک لمحہ پیچھے رہ سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔" * ...... (الکافی)

مہلت :۔ خدا کی مہلت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقع دیا جاتا ہے' اُس کی ایک اخلاقی حد مقرّر کردی جاتی ہے ۔ یعنی اچھے بُرے اعمال کا کم سے کم کتنا تناسب برداشت کیا جاسکتا ہے جب ایک قوم کی بُری صفات' اُس کی اچھی صفات کے مقابلے میں تناسب کی اِس آخری حد سے بھی بڑھ جاتی ہیں' تو پھر اُس قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے واقعے سے ظاہر ہے ۔ * ——— (تفہیم)

نتیجہ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہر قوم کے لیے عذاب اور ہلاکت کا وقت علمِ الٰہی میں مقرر ہے؛ اور "ساعت" سے وقت کا بہت چھوٹا حصّہ مراد ہے ۔ * ——— (کشاف ۔ تفسیر کبیر ۔ روح المعانی)

دعا قضاءِ الٰہی کو پھیر دیتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

" اِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ كَمَا يُنْقَضُ السِّلْكُ وَقَدْ اُبْرِمَ اِبْرَامًا " یعنی: "یقیناً دعا تو قضاءِ الٰہی کو بھی پھیر دیتی ہے اُسے اِس طرح توڑ دیتی ہے) جیسے لڑی توڑ دی جاتی ہے درآنحالیکہ وہ قضاءِ محکم بھی کی جاچکی ہو"

(صحیفۂ کاملہ اردو ترجمہ ص۲۹)

www.drhasanrizvi.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ (۳۵) مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ۳۵

اے اولادِ آدمؑ ! (یہ بھی یاد رکھنا کہ) اگر تمھارے پاس خود تم ہی لوگوں میں سے خدا کا پیغام لانے والے ایسے رسولؑ آئیں جو تمھارے سامنے میری باتیں بیان کریں، تو جو کوئی بھی اُن کی نافرمانی سے بچتے ہوئے اُن باتوں پر عمل کرے گا، اور اپنی اصلاح بھی کرے گا، اُس کے لیے نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ ہی اُن کو کوئی رنج ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا (۳۶) عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ۳۶

مگر جو لوگ ہماری باتوں (نشانیوں) کو جھٹلائیں گے، اور اُن کے مقابلے میں سرکشی یا تکبّر سے کام لیں گے، تو یہی لوگ جہنمی ہوں گے، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔

آیت ۳۵) محققین نے نتیجہ نکالا : کہ قیامت کے دن وہ مومنین جو خدا کی اطاعت کرتے رہے اُن کے لیے کوئی خوف وغم نہ ہوگا۔ * ——— (تفسیر کبیر)

آیت ۳۶) محققین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ :

گنہگار مومنین آخرکار عذابِ الٰہی یا جہنم سے نجات پائیں گے ۔ عذابِ دائمی صرف کافروں، مشرکوں، منکروں اور مکذبین کے لیے ہوگا۔ (انشاء اللہ) جو خدا کے احکام اور دلائل کو قبول کرنے سے تکبّر کرتے ہوں گے اور اپنی عقل کو خدا کی وحی سے زیادہ اہم سمجھیں گے۔

* ——— (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۞ ۳۷

(۳۷) پس اس سے بڑا ظالم بھلا اور کون ہوگا جو جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی باتوں کو جھٹلائے؟ ایسے لوگ اپنی قسمت کا لکھا ہوا اپنا حصّہ (دنیا میں) تو پاتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اُن کی روحیں نکالنے کیلئے آئیں گے تو وہ (فرشتے) اُن سے پوچھیں گے، بتاؤ اب کہاں ہیں تمہارے وہ (جھوٹے خدائی کے دعویدار) جن کو تم خدا کے بجائے پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے: وہ تو ہم سے غائب ہو گئے۔ اور (اس طرح) وہ خود اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے: کہ واقعی ہم ہی حق کے منکر تھے۔

خدائے بزرگ و برتر کا فرمانا کہ: "یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُن کا لکھا ہوا حصّہ ملے گا"، لکھے ہوئے حصّے سے مراد، اُن کا رزق ہے اور موت کا وقتِ معیّن ہے۔ ★...... (تفسیر صافی ص ۱۷۲)

نیز اس سے اُن کے گناہوں کے بدلے میں اُن کو سزائیں ملنا بھی مراد ہے، جو خدا نے اپنی کتاب میں اُن کے لیے لکھ رکھی ہیں۔ ★.......... (تفسیر قمی)

خدا کا فرمانا: "اُنھیں جو اُن کے مقدّر میں یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہے ضرور پہنچے گا" اِس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رزق اور نعمتِ الٰہی کا دروازہ اُن پر بند نہ ہوگا۔ ★...... (جلالین)

دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو سزا اُنھیں ملنا ہے وہ مل کر رہے گی۔ ★.... (تفسیر علی ابن ابراہیم)

مگر کیونکہ آیت کے الفاظ وسیع اور غیر مشروط ہیں، اس لیے اس میں دنیا اور آخرت کی تمام اچھائیاں اور برائیاں شامل ہیں۔ ★........ (تفسیر تبیان بقول مجاہد و عطیہ)

اللہ پر افتراء کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احکام یا آیات خدا کی نہ ہوں، لیکن اُن کو خدا کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ ★...... (راغب)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ (۳۸)
مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ
اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ
قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا
هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا
ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ
ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝

اللہ فرمائے گا: جاؤ۔ اب تم بھی اُسی جہنم میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے کے گذرے ہوئے جِنّ اور انسان داخل ہو چکے ہیں۔ جب بھی کوئی گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو اپنے ساتھ والے دوسرے گروہ پر خوب لعنت ملامت کرتا ہوا داخل ہوگا۔ یہاں تک کہ جب سب کے سب وہاں جمع ہو جائیں گے، تو ہر بعد والا گروہ پہلے والے گروہ کیلئے کہے گا: اے ہمارے پالنے والے مالک! یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، لہٰذا اِن کو آگ کی دوگنی (چوگنی) سزا دے۔ ارشاد ہوگا: تمھیں معلوم نہیں ہے کہ اب (تم میں سے) ہر ایک کیلئے دوگنی (چوگنی) سزا ہے۔

دوزخی لوگ اور اُن کے پیر و مرشد

جب دوزخیوں کے بیان لیے چکے ہوں گے اور وہ لوگ اپنے کفر کا اقرار کریں گے تو حکم ہوگا کہ جاؤ جہنم میں۔ اُن سے پہلے بھی جنّوں اور انسانوں کے گروہ جہنم میں پہنچ چکے ہوں گے تو ہر بعد میں آنے والی جماعت، پہلوں کو لعنت کریگی، یعنی دنیا میں لوگ جن کی پیروی کر کے جہنم کے سزاوار ہوئے تھے یعنی اُن کے پیر و مرشد جو پہلے ہی سے جہنم میں موجود ہوں گے۔ یہ مریدوں کی ٹولیاں جب اپنے راہنماؤں، پیروں، اماموں اور بزرگوں سے جہنم میں ملاقات کریں گی تو یہ لوگ اُن کو لعن طعن کریں گے اور کہیں گے کہ اس عذاب میں تم لوگوں نے ہمیں مبتلا کیا ہے خدا تم پر لعنت کرے (اور معصومؑ نے فرمایا کہ ان اماموں سے مراد ظالم امام ہیں)۔ اور وہ لوگ خدا سے عرض کریں گے کہ: اے پروردگار! انھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، لہٰذا اِن کو دوگنا (چوگنا) عذاب دے۔ خدا فرمائے گا: اب پیر و مرید دونوں کے لیے عذاب یکساں ہے۔ تم لوگوں نے ظالم اماموں، پیروں اور مرشدوں کی پیروی کیوں کی؟ اور انھوں نے غلط راہنمائی کیوں کی؟ اس لیے اب تم) سب کے لیے دوگنا (چوگنا) عذاب تیار ہے۔

(ملخّص از ۔ تفسیر انوار النجف ج۶ صـ۲۳-۲۴)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ ۳۹ ع

(۳۹) اِس پر پہلے والے بعد والوں سے کہیں گے آخر ہم کو تم پر کون سی فضیلت حاصل تھی ؟ (کہ تم ہمارے لیے دوگنی چوگنی سزا تجویز کر رہے ہو) اب تم اپنے ہی بُرے کاموں کی کمائی کی وجہ سے (اپنی) سزا کا مزہ بھی چکھ لو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۴۰

(۴۰) یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری باتوں، احکامات اور نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن کے مقابلے میں اکڑ گئے اور تکبر کیا، اُن کیلئے تو آسمان کے دروازے ہرگز بھی نہ کھولے جائیں گے۔ اور وہ جنت میں اُس وقت تک داخل نہ ہوں گے جبتک کہ اُونٹ سُوئی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے۔ (یعنی وہ لوگ جنت میں ہرگز نہ داخل ہوں گے) اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۴۱

(۴۱) جہنم کی آگ ہی اُن کے لیے اوڑھنا اور بچھونا ہوگا۔ (یعنی اُن کے اوپر بھی آگ ہوگی اور نیچے بھی) اور یہ ہے وہ سزا جو ہم ظالموں کو دیا کرتے ہیں۔

مومنوں اور کافروں کی ارواح کے مقام

(آیت ۴۰) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومنوں کی ارواح اور اُن کے اعمال جب بلند ہوتے ہیں تو اُن کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، لیکن جب کافروں کی ارواح اور اُن کے اعمال بلند ہوتے ہیں تو اوپر سے ندا آتی ہے کہ ان کو سجّین میں گرا دو۔ اور وہ (سجّین) حضرموت میں ایک وادی ہے۔ جس کو وادیِ برہوت بھی کہتے ہیں۔

(مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ۴۲

(۴۲) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے، وہ جنّت والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (کیونکہ) ہم تو کسی پر بھی اُس کی طاقت سے زیادہ ذمّے داری کا بوجھ نہیں ڈالتے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۴۳

(۴۳) اور اُن کے سینوں میں جو کدورت (یا غم و غصّہ اور نفرت) ہوگی اُسے ہم نکال باہر کریں گے۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہتے ہوں گے: "اللہ کا شکر، تمام تعریف اُسی کیلئے زیبا ہے جس نے ہمیں اِس راستے پر لگایا (کیونکہ) اگر اللہ ہمیں اِس راستے پر نہ لگاتا تو (از خود) یہ راستہ پا نہیں سکتے تھے۔ بیشک ہمارے پالنے والے مالک کے بھیجے ہوئے پیغامبر حق ہی لیکر آئے تھے۔" اُس وقت اُسی حالت میں اُن کو آواز دی جائے گی۔ یہ جنّت ہے جس کے تم وارث و مالک بنا دیئے گئے ہو، یہ تمھیں اُن ہی کاموں کے بدلے میں ملی ہے جو تم لوگ (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

(آیت ۴۲) خدا کا فرمانا کہ "ہم کسی شخص کے ذمّے اُس کی قدرت یا طاقت سے زیادہ کام نہیں رکھتے"۔ اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنّت میں داخلہ کوئی بہت دشوار کام نہیں ہے۔ جنّت میں داخلے کا ذریعہ اعمالِ صالحہ ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ انہی احکام کی تعمیل کا نام ہے جو ہماری طاقت سے زیادہ نہیں۔ نیز اس میں کافروں پر بھی طنز ہے کہ جنّت جو آسانی سے حاصل ہو سکتی تھی تم اپنے ہاتھوں سے گنوا بیٹھے۔ عربی میں "وُسع" ایسی چیز کیلئے کہا جاتا ہے جو آسانی سے حاصل ہو سکے۔ ... (تفسیر کبیر)

ہدایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے

(آیت ۴۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اور علیؑ اور تمام آئمہؑ اہل بیت لوگوں کے سامنے کھڑے کیے

www.drhasanrizvi.com

جائیں گے ۔ جب ہم کو ماننے والے ہمارے دوست ہمیں دیکھیں گے تو وہ یہی کہیں گے : "تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ جس نے ہمیں اِس (امر) کی طرف ہدایت فرمائی" یعنی ہمیں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ائمہؑ اہلِ بیت کی ہدایات قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ۔" ★ ——————— (تفسیر صافی صـ۱۷۲ بحوالہ کافی)

توفیقاتِ الٰہی پر نجاتِ ابدی

محققین نے نتیجہ نکالا کہ عبدیت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ اپنے انجام بخیر ہونے اور ہر چیز کے ملنے کا واحد سبب خدا کی توفیقات کو قرار دیا جائے ۔ کیونکہ انجام بخیر ہونا ایسی منزل ہے کہ کوئی شخص خدا کی توفیقات کے بغیر از خود اس کو حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا ۔ مگر دوسری طرف خدا کی بڑائی کی شان دیکھیے کہ خدا اپنے کرم کی وجہ سے اُن کی کامیابی کا سہرا خود اُن لوگوں کے حُسنِ اختیار کے سر باندھ رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ تم پر یہ کوئی مفت کا احسان تھوڑی ہے ۔ یہ سب تمہاری اپنی حُسنِ خدمات کا صلہ ہے جو آج تم کو دیا جا رہا ہے ★ .... (فصل الخطاب)

غرض یہ نہایت لطیف معاملہ ہے جو وہاں پیش آئے گا ۔ اہلِ جنت اِس بات پر نہ پھولیں گے کہ ہم نے کام ہی ایسے کیے تھے کہ ہمیں جنت ملنی چاہیئے تھی ۔ بلکہ وہ تو اُلٹا خدا کا شکر اور احسان مندی کا اعلان کریں گے ۔ وہ کہیں گے کہ یہ جنت اور اِس کی نعمتیں خدا کا فضل و کرم ہے ، ورنہ ہم بھلا اس لائق کہاں تھے ۔ دوسری طرف خدا اُن پر اپنا احسان نہ جتائے گا ، بلکہ فرمائے گا کہ تم نے یہ سب اپنی خدمات کے صلے میں پایا ہے ۔ یہ بھیک نہیں ، بلکہ تمہاری کوششوں کا اجر ہے ، تمہارے کام کی مزدوری ہے ۔ یہ وہ عزت والی روزی ہے جس کا استحقاق تم نے اپنی قوتِ بازو سے حاصل کیا ہے ۔

یہی معاملہ مومن کا دنیا میں بھی خدا کے ساتھ ہوا کرتا ہے ۔ ظالم خدا کی نعمتوں پر اکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہماری قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے ۔ اسی لیے وہ ہر نعمت کے پالینے کے بعد اور زیادہ ظلم اور گناہ کرتے چلے جاتے ہیں ۔ اس کے برعکس نیک لوگ جو نعمت دنیا میں پاتے ہیں اُس کو خدا کا فضل و کرم سمجھتے ہیں ۔ اور شکر بجالاتے ہیں ۔ اس لیے جتنی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں ، اُتنے ہی منکسر ، رحیم و شفیق ، فیاض اور عبادت گذار بنتے چلے جاتے ہیں ۔ آخرت کے بارے میں بھی وہ اپنے حُسنِ عمل پر اکڑتے نہیں کہ ہم تو ضرور بخشے جائیں گے ۔ بلکہ اُن کی نگاہ اپنے عمل کے نقص اور اپنے گناہوں پر لگی رہتی ہے ، اس لیے وہ خدا سے ہر وقت معافی کے طلب گار رہتے

www.drhasanrizvi.com

ہیں. خدا سے فضل وکرم کے سوال بنے رہتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

" خوب جان لو کہ تم محض اپنے عمل کے بل بوتے پر جنت میں نہیں پہنچ سکتے، مگر خدا کی رحمت سے "۔

لوگوں نے عرض کی: کیا آپؐ بھی ؟

فرمایا: "ہاں میں بھی ' اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ " یعنی" سوا اس کے کہ خدا مجھے اپنی رحمت اور اپنے فضل سے ڈھانک لے "۔ ... (بخاری، مسلم) (تفہیم)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ دُنیا میں اہلِ حق کے درمیان بھی کدورت اور مخالفت کی نوبت پہنچ سکتی ہے۔ اِس لیے جو کدورت غیر اختیاری ہو وہ دخولِ جنت سے مانع نہیں۔ .... (تھانوی)

عبدیت اہلِ جنت کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہوگی۔ اِس لیے وہاں پہنچ کر بھی وہ خدا کی تعریفوں کے گُن گا رہے ہوں گے۔

اور خدا کا جنتیوں سے یہ فرمانا کہ " جنت تو تمہاری میراث ہے "

وہ اِس لیے کہ جنت تمہارے دادا کے رہنے کی جگہ تھی، یہ مومنین کا کمالِ احترام ہے کہ اُن کو مبارکباد دی جارہی ہے کہ تم جنت جیت چکے۔ اور اپنے دادا کی میراث حاصل کر چکے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنت میں داخل ہونے کا سبب تو نیک اعمال ہی ہوتے ہیں لیکن حدیثِ صحیح میں یہ بھی آیا ہے کہ " کوئی شخص جنت میں فقط اپنے اعمال کی وجہ سے داخل نہیں ہوسکے گا' بلکہ رحمتِ خداوندی کے سہارے جنت میں جائے گا۔ اِن دونوں باتوں میں کوئی تناقض نہیں۔ قرآن نے جنت میں داخلے کے ظاہری اور قریبی سبب کو بیان کیا ہے اور حدیث میں جنت میں داخلے کے اصلی اور حقیقی سبب کو بیان کیا گیا ہے۔ ..... (تفسیر کبیر)

جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ " ہر شخص کے دو دو گھر ہیں۔ ایک جنت میں دوسرا جہنم میں پس کافر مومن کے دوزخ کے گھر کا وارث ہوگا' اور مومن مرد کافر کے جنت کے گھر کا وارث ہوگا "۔ ... (تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۳۵)

www.drhasanrizvi.com

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ ۴۴

پھر یہی جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے: "ہم نے تو اُن تمام وعدوں کو بالکل ہی سچ پایا جو ہمارے پالنے والے مالک نے ہم سے کیے تھے۔ کیا تم نے بھی اُن وعدوں کو سچّا پایا جو تمھارے پالنے والے مالک نے (تم سے) کیے تھے"؟ وہ جواب دیں: "ہاں" تب ایک اعلان کرنے والا اُن کے درمیان اعلان کرے گا: "اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر"۔

وہ اعلان کرنے والا کون ہوگا؟

اہلِ بیتِ رسولؐ کے سلسلے کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام علی رضا علیہما السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:

"وہ آواز دینے (اعلان کرنے) والا (جو یہ کہے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے) وہ علی ابنِ ابی طالبؑ (علیہ السّلام) ہوں گے۔ وہ اس قدر بلند آواز سے فرمائیں گے کہ ساری مخلوق اُس کو سُن لے گی۔"

(تفسیر صافی ص۱۷۲ و تفسیر قمی و تفسیر مجمع البیان و معانی الاخبار)

نتیجہ:۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ بداعمالی کا ایک درجہ ایسا بھی آتا ہے کہ جب انسان خدا کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ خاصکر جب انسان راہِ حق میں شبہات پیدا کرے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً: شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا:

"حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں ۔ ۔ ۔ ۔ ہر گناہ پر لعنت نہیں کی مگر ایسوں پر" (موضح القرآن)

؎ انسان اس طرح اُتر آئے عناد پر
لعنت خدا کی حشر تلک ابنِ زیاد پر

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ (۴۵) جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے رہے
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّهُمْ ہوں اور اُس راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہوں
بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ ۴۵ اور وہ دنیا کی زندگی کے بعد میں آنے والی زندگی
کا انکار بھی کرتے ہوں۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ (۴۶) پھر اُن دونوں گروہوں کے درمیان ایک پردہ
رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَ (یا حدِّ فاصل) حائل ہو جائے گا جس کی بلندیوں
نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو اُسکی
عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ ۴۶ پیشانی (صورت) ہی سے پہچانتے ہوں گے، اور وہ
جنّت والوں کو آواز دیں گے "سلام ہو تم پر (اگرچہ) وہ لوگ (ابھی) جنّت میں داخل تو نہیں ہوئے
ہیں مگر وہ جنّت میں داخل ہونے کے سخت خواہشمند اور اُمیدوار ہوں گے۔

(آیت ۴۵) صوفیاء کے نزدیک اِس آیت کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو طریقِ سلوک کو ایسے بے ڈھنگے رنگ میں ظاہر کرتے ہیں جس سے طالبِ حق کو اِس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جیسے اہلِ بدعت اور اہلِ ریا یا جاہل صوفیا وغیرہ۔ (ثعالبی)

(آیت ۴۶) **اعراف پر کون ہوں گے؟** "اور اِن دو گروہوں کے درمیان پردہ ہوگا" یعنی جنّتیوں اور جہنّمیوں کے درمیان ایک دیوار قائم ہو جائے گی، تاکہ وہ ایک دوسرے کی طرف نہ جا سکیں۔ (تفسیر صافی ص ۱۷۲)

خدا کا فرما "اعراف پر کچھ مرد ہوں گے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "اعراف سے مراد وہ ٹیلے ہیں جو جنّت اور دوزخ کے درمیان ہوں گے۔ اور "رجال" یعنی لوگوں سے مراد ائمہ اہلِ بیتؑ ہیں۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اعراف پر ہم ہوں گے۔ اور اپنی نُصرت کرنے

وقف لازم باختلاف

www.drhasanrizvi.com

والوں کو اُن کی علامتوں سے پہچان لیں گے۔" نیز فرمایا: "اعراف اصل میں ہم ہیں۔ کیونکہ اللہ پہچانا ہی نہیں گیا سوا ر ہماری معرفت کی راہ کے۔ اِس لیے "اعراف" اصل میں ہم (اہلِ بیتِ رسولؐ) ہیں۔ ہم ہی کو خدا صراط کے اوپر قائم کردے گا۔ پس جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا سوا اُس کے جو ہم کو پہچانتا ہوگا اور ہم اُس کو پہچانتے ہوں گے۔ اور دوزخ میں بھی کوئی داخل نہ ہوگا مگر ہم اُس کو پہچانتے ہوں گے۔ اور وہ ہم کو پہچانتا ہوگا۔" (الکافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "اعراف والی بلندی پر ائمہ اہلِ بیتؑ اہلِ ایمان کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی بداعمالیاں اُن کو جنت میں داخل ہونے سے روک رہی ہوں گی جس طرح فوج کا سردار اپنے کمزور سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، ائمہ معصومین علیہم السلام ایسے مومنین کے درمیان کھڑے ہوں گے۔" (تفسیر تبیان)

یہی کمزور مومنین جب اہلِ جنت کو جنت میں جاتے ہوئے دیکھیں گے تو اُن پر سلام کریں گے۔ اور خود یہ لوگ اِس بات کے اُمیدوار ہوں گے کہ اُن کے امام علیہ السلام جو خدا کے مقرب بندے ہیں، اور جنھیں وہ لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہوں گے، اُن کی شفاعت کریں گے، تو اُن کے لیے بھی جنت میں داخلے کا حکم ہو جائے گا۔ جب اِن کمزور مومنین کی نگاہ جہنمیوں پر پڑے گی تو وہ اپنے پالنے والے مالک سے پناہ طلب کریں گے۔ اور دعائیں کریں گے کہ مالک! ہمیں اِس جماعت کے ساتھ قرار نہ دینا۔

★ ——— (تفسیر علی بن ابراہیم بقول امام جعفر صادقؑ ۲)

"اعراف" سے مراد جنت و جہنم کے درمیان کی دیوار ہے۔ ——— (تفسیر کبیر، راغب)

اعراف پر وہ لوگ بھی ہوں گے جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی۔ (قرطبی بقول عبداللہ ابن مسعود و حذیفہ یمانی و ——— ابن عباسؓ)

اہلِ اعراف کو یہ مناجات اور دعاء عبودیت اور خشیت کی شدت کے سبب ہوگی، کیونکہ اہلِ اعراف جانتے ہوں گے کہ اُن کا شمار اہلِ جہنم میں نہیں ہو سکتا۔

(قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِذَا صُرِفَتۡ اَبۡصَارُهُمۡ تِلۡقَآءَ (۴۷) اَصۡحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوۡا رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ ۴۷ ع ۸/۱۲

اور جب اُن کی نگاہیں جہنم والوں کیطرف موڑی جائیں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے مالک! ہمیں ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا (۴۸) یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَ مَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝ ۴۸

پھر بلندیوں (اعراف) والے (جہنم کے کچھ بڑے بڑے) لوگوں کو اُن کی خاص علامتوں یا صورتوں سے پہچان کر آواز دیں گے: دیکھ لیا تم نے (اپنا حشر) آج نہ تو تمہارے جتھے ہی تمہارے کام آئے، اور نہ وہ جس پر تم تکبّر کرتے تھے۔

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا (۴۹) یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ۝ ۴۹

(اور) کیا یہ جنت والے وہی لوگ ہیں ہیں جن کے بارے میں تم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اللہ اِن کو تو اپنی رحمت ہرگز ہرگز نہیں پہنچائیگا (تو لو اب ہم اُنہی سے کہتے ہیں) تم جنت میں داخل ہوجاؤ۔ تمہارے لیے اب نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کوئی رنج و ملال ہے۔

(آیت ۴۸) یہ بات اُن لوگوں کے دفاع میں کہی جارہی ہے جو دنیا میں ایمان کی دولت سے تو مالا مال تھے لیکن دُنیا کی وجاہت نہ رکھتے تھے۔ ایسے لوگ کافروں بدمعاشوں کے نزدیک ذلیل و خوار تھے۔ جیسے بلالؓ حبشی، سلمانؓ فارسی وغیرہ۔
(قرطبی - روح المعانی) *

اعراف کا منظر

(آیت ۴۹) ۔ آیت کو پڑھ کر کچھ اس قسم کا منظر آنکھوں کے سامنے بنتا ہے کہ کامل الایمان لوگ تو جنت میں جارہے ہیں اور معصومینؑ بیچ میں کھڑے ہو کر معائنہ کر رہے ہیں، جہنمیوں کو اُن کی بُرائیاں اور مظالم یاد دِلا دِلا کر اُن کو شرمندہ بھی کر رہے ہیں اور اللہ کا عدل بھی جتا رہے ہیں۔ اور اُن سے یہ بھی بتا رہے ہیں کہ: دیکھو! یہ جنتی لوگ وہی ہیں جنکو تم کہتے تھے کہ ان کا انجام ضرور خراب ہوگا۔ اب جو جنت میں جانے والوں نے یہ الفاظ سُنے تو وہ رُکے اور مُڑ کر دیکھنے لگے تو ائمہ معصومینؑ نے اُن سے فرمایا: ارے تم کیوں رک گئے ہو؟ یہ بات تو ہم اُدھر والوں کے لیے کہہ رہے ہیں۔ تم اپنی راہ جاؤ۔ جنت تمہاری منتظر ہے۔ اس میں داخلے کے بعد تم کو حزن و ملال و خوف نہ ہوگا

(رشحہ فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ (۵۰) پھر جہنم کے لوگ جنت والوں کو پکاریں گے
الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ "کچھ تھوڑا سا پانی ہی ہم پر ڈال دو، یا جو رزق
الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ؕ قَالُوۡۤا اللہ نے تمھیں دیا ہے اُسی میں سے کچھ (ہماری طرف)
اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ﴿۵۰﴾ پھینک دو"۔ تو وہ جواب دیں گے: "اللہ نے یہ
دونوں چیزیں اُن حق کے منکروں پر حرام کردی ہیں (کہ

دوزخی پیاسے مرتے، پیاسے قبر میں جاتے اور قیامت کے روز پیاسے محشور ہوں گے

تفسیرِ صافی میں ہے کہ "جہنمی پیاسے مرتے ہیں اور پیاسے قبر میں جاتے ہیں اور پیاسے ہی قیامت کے روز محشور ہوں گے"۔ تفسیر برہان میں ہے کہ جہنم والے، عذاب سے تنگ آ کر جنت والوں سے سوالِ آب و طعام کریں، لیکن جنت والے چالیس برس تک اُن کو جواب نہ دیں گے، پھر اُن کو ذلیل کرنے کے لیے کہیں گے "یہ چیزیں کافروں پر حرام ہیں"۔ پھر وہ خازنِ جہنم سے درخواست کریں گے۔ تو وہ بھی چالیس سال تک خاموش رہیں گے۔ پھر جواب دیں گے کہ کافروں کی اب کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی ..." (تفسیر برہان)

آخرت میں ہماری طاقتوں کا بڑھ جانا

جنتیوں، جہنمیوں اور اہلِ اعراف کی گفتگو سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں انسان کی قوتیں اور صلاحیتیں کتنی طاقتور ہو جائیں گی۔ وہاں دیکھنے کی طاقت اتنی بڑھ جائے گی کہ جنت، دوزخ اور اعراف کے تمام لوگ جب چاہیں گے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے، ایک دوسرے کی باتیں بآسانی سن سکیں گے۔ گویا وہاں کی زندگی کے قوانین ہماری موجودہ دنیا کے طبعی قوانین سے بہت مختلف ہوں گے اگرچہ ہماری شخصیتیں یہی رہیں گی جو یہاں ہیں۔ بے دین لوگ اِن باتوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان بیچاروں کا دماغ جتنا تنگ ہے، زندگی کے امکانات اتنے تنگ نہیں ہیں۔ (تفہیم)

نیک اور بد اعمال ایک بیج کی مثل ہوتے ہیں۔ دنیا میں جیسے اعمال کیے ہوں گے آخرت میں ویسے مل جائیں گے
"اَلدُّنۡیَا مَزۡرَعَۃُ الۡاٰخِرَۃِ" (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔) (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا (۵۱) وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ ۵۱

جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا اور تفریح بنا رکھا تھا اور جنھیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (پھر اللہ فرمائے گا) آج ہم بھی انھیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح وہ اس دن کی ہماری ملاقات کو بھولے رہے اور (جسطرح) وہ ہماری باتوں کو جھٹلاتے رہے۔

خدا کا آخرت بھولنے والوں کو بھلا دینا

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ: "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ" ہم ان لوگوں کو اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح انھوں نے قیامت کے دن کی ہم سے ملاقات کی تیاری کو چھوڑ دیا تھا۔" (تفسیر صافی ص۱۷۷ بحوالہ عیون الاخبار الرضا)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "نسیان" یعنی بھلا دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کا بدلہ بھلا دیا جائے گا ان کو ایسا اچھا بدلہ نہ دیا جائے گا جیسا بدلہ خدا کے دوستوں کو دیا جائے گا جو دنیا کی زندگی میں خدا کے مطیع رہے اور خدا کو یاد کرتے رہے۔ جو خدا اور اس کے رسولوں کو دل سے مانتے تھے اور غائبانہ خدا (کی ناراضگی) سے ڈرتے تھے۔" (التوحید)

خدا کے لیے "بھولنے" کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں، اس لیے اس کے معنی "بھلاوے میں ڈالنا" ہوں گے یعنی، خدا ان کو دانستہ بھلاوے میں ڈال دے گا۔ (جلالین - فتح الرحمن - فصل الخطاب)

"جحد" کے معنی: صرف انکار کے نہیں ہوتے، بلکہ حق دشمنی کی بنا پر ضد، ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی سے انکار کرنے کے ہوتے ہیں یعنی، جس دین کو ماننا ان کے لیے واجب تھا اس کو انھوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب نہ مانا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ دین کو خدا کی رضامندی کا ذریعہ نہ سمجھا، نہ اسے آخرت بنانے کے لیے استعمال کیا۔ بلکہ دین کو کھیل تماشا اور غیر اہم چیز سمجھ رکھا تھا۔ ساری عمر بس میلے ٹھیلے میں گذار دی۔ یعنی دین کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بس ان رسوم میں مست رہے جن میں بس ناچ، گانا، میلے ٹھیلے، کھیل تماشے، باجے گاجے، رقص اور موسیقی ہوتے ہیں۔ (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ (۵۲) عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ۵۲

اور ہم اُن کے پاس اب ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علمی دلیل کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے اور جو ایمان لانے والوں کے لیے سراسر ہدایت و رحمت ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ (۵۳) يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ۵۳ ع ۱۲

تو اب اُنھیں آخر اور کس بات کا انتظار ہے، سوا اس کے کہ اُن کا وہ انجام (جہنم) ہی اُن کے سامنے آجائے جو یہ کتاب بتا رہی ہے؟ جس دن وہ انجام اُن کے سامنے آجائے گا تو وہی لوگ جنھوں نے اِس کو بھلا دیا تھا، کہیں: "یقیناً ہمارے پالنے والے مالک کے رسُول سچائی کے ساتھ آئے تھے تو کیا اب ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں؟ یا پھر ہمیں (دنیا میں) دوبارہ واپس بھیج دیا جاتا کہ ہم جو کچھ پہلے کرتے تھے اُس کے برعکس (اچھے) کام کریں۔

بیشک اُنھوں نے خود اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور اَب وہ (جھوٹے خدا) جو اُنھوں نے گھڑ رکھے تھے اُن کے پاس سے گم ہو گئے۔

عظمتِ قرآن (آیت ۵۲) مطلب یہ ہے کہ اِس کتاب قرآن کے مضامین اور تعلیمات خود اسقدر اعلیٰ وارفع اور صاف ستھرے ہیں کہ اگر انسان اُن پر غور کرے تو اُس کے سامنے راہِ حق واضح ہو جاتی ہے، پھر جو لوگ اس کو مانتے اور عمل بھی کرتے تو اُن کا عمل خود بتا دیتا ہے کہ اِس کتاب کی تعلیمات انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہیں اور یہ کیسی اچھی رہنمائی کرتی ہے۔ ــــ ٭ ــــ (تفہیم)

بروقت صحیح رائے قائم نہ کرنے کا انجام (آیت ۵۳) "جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہوگی" ـ یہ بات قیامت سے پہلے ہوگی ـ ٭ ـ (تفسیر صافی ص ۱۷۲)

یہ بات ظہورِ امام مہدیؑ کے وقت ہوگی ـ ٭ ـــــــــــــــ (تفسیر قمی)

ـــــــــــــــ آیت میں کافروں کو سخت سرزنش کی جارہی ہے کہ اب جب موقع ہے غور و فکر کرنے کا، حقیقتوں کو دل سے مان لینے کا، تو تم نہ سنتے ہو، نہ سوچنے سمجھنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو کیا تمھیں اُس وقت کا انتظار ہے جب خدا کا عذاب سر پر آہی جائے اور پھر کوئی موقع ایمان لانے کا باقی ہی نہ رہے ـ ٭ ـ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ (۵۴)
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ
حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ
مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ
وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ۝ ۵۴

درحقیقت تمھارا پالنے والا مالک وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر اپنے "عرش" کی طرف متوجہ ہوا۔ وہی رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اِس طرح کہ رات دن کو تیزی سے جا پکڑتی ہے۔ اور اُسی نے سورج، چاند اور تارے پیدا کیے۔ سب اُس کے حکم کے پابند ہیں۔ آگاہ رہو کہ اُسی کے لیے مخصوص ہے پیدا کرنا بھی اور حکومت کرنا بھی۔ بڑا ہی برکتوں والا ہے "اللہ" جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔

خدا نے مرحلہ وار چیزوں کو کیوں پیدا کیا ؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ: "خداوندِ عالمین ساری کائنات کو ایک پلک جھپکتے پیدا کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے اُن کو پیدا کرنے میں چھ دن (یعنی ایک طویل مدت یا چھ مرحلے) اِس لیے لگائے تاکہ جو چیزیں وہ پیدا کرے وہ یکے بعد دیگرے فرشتوں پر ظاہر ہوتی جائیں، تاکہ اُن کو حدوث (یعنی پیدا کیے جانے) کا ثبوت ملتا جائے۔ (اور وہ اِس بات پر گواہ رہیں کہ صرف خدا ہی خالقِ کون و مکان ہے)

* (تفسیر صافی ص۱۷۴ بحوالہ عیون الاخبار الرضا)

صاحبِ تفسیر انوار النجف لکھتے ہیں کہ: "اللہ نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کو مکمل کیا، اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں ہو سکتا تھا لیکن اُس کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا، جیسا کہ ایک انسان مقامِ نطفہ سے مقامِ تولد تک چھ یا دس ماہ میں تیار ہوتا ہے، اگر اللہ چاہتا تو ایک لمحہ میں پیدا کرتا، لیکن اُس کی مصلحت نے ایسا ہی چاہا ہے، اسی طرح تمام مخلوق کی پیدائش اور تربیت و تکمیل کو اُس نے تدریجی (مرحلہ وار) قرار دیا ہے پس اسی طرح آسمانوں اور زمین کی خلقت کا حال ہے۔ اور چھ دن سے مراد یہ ہے کہ: اتنے وقت میں اِن کی خلقت تمام ہوئی کہ اگر گردشِ شمس کا حساب لگایا جائے تو چھ دن بنتے ہیں، ورنہ اُس وقت نہ سورج تھا نہ چاند، پھر یہ

www.drhasanrizvi.com

چھ دن کس طرح تھے کیوں کہ آسمان پیدا ہوں تو اُن میں سورج و چاند قرار دیے جائیں اور پھر گردش کے بعد زمانہ پیدا ہو۔ ٭ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ ایام کی ابتداء "اتوار" سے رکھی گئی اور خلقتِ آسمان و زمین کی تکمیل بروز "جمعہ" ہوئی، اِس لیے اِس روز کو یومِ جمعہ کہتے ہیں۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۴۲۰-۴۱)

خدا کا عرش پر متمکن ہونا' کا مطلب؟

"ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" (یعنی پھر خدا عرش پر متمکن ہوا") اِس کے معنی بتاتے ہوئے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ: "خدا نے عرش کی تدبیر درست فرمائی اور خدا کا امر ہر بات پر غالب رہا۔"

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا امر ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں غالب رہا۔" ٭ ——— (الکافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِس کا یہ مطلب بتایا کہ: "خدا کا امر ہر چیز پر مساوی طور پر غالب رہا، اور خدا سے کوئی چیز دوسری چیز کے مقابلے میں قریب تر نہیں (ہر چیز مساوی طور پر خدا کے زیرِ فرمان ہے) ——— (الکافی)

معرفتِ خداوندی

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خدا صرف کائنات کا خالق اور مالک ہی نہیں ہے، بلکہ کائنات کا منتظمِ اعلیٰ اور مدبّرِ کائنات بھی ہے۔ وہ کائنات کو بنانے کے بعد اِس سے بے تعلق ہو کر بیٹھ نہیں گیا بلکہ عملاً سارے جزو و کُل پر مکمّل طور پر حکومت فرما رہا ہے سلطانی اور حکمرانی کے تمام اختیارات صرف اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ ذرّہ ذرّہ اُس کے اشاروں پر چل رہا ہے۔ اِس طرح قرآن نے شرک کے عقیدے کی جڑ کاٹ ڈالی اور دوسروں کی خدائی کی نفی کر دی۔ اب سب سے بڑا احمق وہ ہوگا جو اپنی قسمت کو دوسروں سے وابستہ سمجھے گا اور خدا کو چھوڑ کر دوسرے چھوٹے خداؤں، پیروں، بادشاہوں، سرداروں، حکومتوں، وڈیروں کو اپنی قسمت کا مالک سمجھے گا، اور اُن کے آگے سر جھکا دے گا۔ ؎ "مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند" اقبالؔ

دوسرا سب سے بڑا احمق وہ ہوگا جو دنیا جہان پر اپنی جزوی یا کُلّی حاکمیت کا مدّعی ہوگا، وہ بھی خدا سے آزاد ہو کر۔

تیسرے یہ کہ خدا محض خالق ہی نہیں بلکہ آمر اور حاکم بھی ہے اُس نے اپنی مخلوق کو پیدا کر کے دوسروں کے حوالے نہیں کر دیا۔ ——— (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ (۵۵) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵

اپنے پالنے والے مالک کو پکارو گڑگڑا کر چپکے چپکے (کیونکہ) بے شک وہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ (۵۶) اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

اور زمین میں خرابیاں پیدا نہ کرو جبکہ اُس کی اصلاح ہو چکی ہو۔ اور خدا ہی کو پکارو اُس سے ڈرتے ہوئے یقیناً اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے بہت ہی قریب ہے۔

دعاء مانگنے کا سلیقہ اور اُس کے آداب

لہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ "دُعاء کرتے وقت بھی انسان کو سمجھ بوجھ سے کام لینا چاہیئے۔ یعنی دعاء کرتے وقت یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ ہم کوئی غلط 'ناروا' حد سے بڑھی ہوئی بات تو نہیں مانگ رہے ہیں، جس کے ہم اہل نہ ہوں۔ مثلاً ہم انبیاء کرام کی منازل حاصل کرنے دُعاء کرنے لگیں۔ وغیرہ۔ * ———— (تفسیر تبیان)

حد سے بڑھنے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عاجزی و انکساری کے بجائے گڑگڑانے اور چپکے چپکے دعاء مانگنے کے بجائے ہم خدا کے مقابلے میں اکڑ کر بہت اونچی آواز سے دعائیں مانگنے لگیں کہ گویا ہم خدا پر دھاوا بول رہے ہوں، یا (معاذ اللہ) اُس پر اپنا حق جما رہے ہوں (ہم صرف عاجزانہ درخواست ہی کر سکتے ہیں۔ * ———— (جلالین)

"تفسیر انوار النجف" میں ہے کہ: "ایک جنگ میں حضور اکرمؐ مصروف تھے کہ ایک وادی میں دیکھا کہ لوگ تہلیل و تکبیر بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، لوگو! کچھ سوچو سمجھو، تم کسی دور والے کو یا کسی بہرے کو تو نہیں بُلا رہے ہو، بلکہ تم تو سمیع قریب کو پکار رہے ہو جو تمہارے ساتھ موجود ہے۔ اِس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ: بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (لیکن آجکل تو لوگوں نے لاؤڈ اسپیکر پر چلانا شروع کر دیا ہے)

زمین پر فساد نہ کرو

ﷺ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: "زمین حالتِ فساد میں تھی۔ خدا نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے زمین کی اصلاح فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ:

www.drhasanrizvi.com

اب زمین کی اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد نہ کرو "۔ * (تفسیر صافی صلہ ابو الکافی و تفسیر عیاشی و مجمع البیان)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "خدا نے جناب رسولِ خدا اور حضرت علی کے ذریعے سے زمین کی اصلاح فرمادی تھی، مگر لوگوں نے جناب رسولِ خدا کے بعد حضرت علی کی اطاعت چھوڑ دی اور اس طرح زمین کو خراب کر دیا"۔ *———— (تفسیر قمی)

سب سے بڑا زمین پر فساد اس طرح پھیلا یا گیا کہ خدا اور اُس کے رسول نے شریعت اور دین کی حفاظت کا جو بندوبست فرمایا تھا اُس کو قبول نہ کیا گیا، اور اس طرح دین و دنیا کی قیادت بالآخر بدترین لوگوں کے ہاتھ آگئی۔ یہ اُس وقت ہوا جب لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام اور اولادِ رسول کی امامت اور ولایت کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ *———— (تفسیر علی ابن ابراہیم)

تو اُن کا حشر یہ ہوا کہ بقولِ اقبالؒ: "خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ————
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق" ————

خوف اور اُمید (طمع)

آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ: "یقیناً اللہ کی رحمت نیک اعمال والوں سے نزدیک ہے"۔ یہ بتاتا ہے کہ نقصانات کے خوف اور کاروباری منافع کی اُمید میں بھی اللہ سے لو لگانا بے حد ضروری ہے۔ مگر یاد رہے کہ خدا کی رحمت تمہارے اچھے اعمال اور حُسنِ کردار سے وابستہ ہے۔ *———— (فصل الخطاب)

خدا سے خوف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خدا کے عدل سے ڈرتے رہیں، اور خدا سے طمع کا تقاضا یہ ہے کہ ہم خدا ہی کے فضل و کرم سے آرزوئیں باندھیں۔ *———— (معالم)

اور رحمت سے یہاں مرادِ ثواب بھی ہے اور خدا کا رحم فرمانا بھی ہے۔ *———— (کشاف)

★ معصوم کا ارشاد ہے کہ: "اگر مومن کے خوف کو ترازو کے ایک پلّے (یا پلڑے) میں، اور اُس کی اُمید کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔ نیز فرمایا کہ: "مومن کا ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہوا کرتا ہے"۔ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا کہ: "پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو خدا کی رحمت سے مایوس اور اُس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نا اُمید نہ کرے اور اُن کو عذابِ الٰہی سے بالکل مطمئن کر دے"۔ ———— (نہج البلاغہ قول نمبر ۹۰)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا (۵۷)
بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ
اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ
لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ
كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۵۷

اور وہی اللہ ہے جو ہواؤں کو اپنی بارانِ رحمت کے آگے آگے (بارش برسنے کی) خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے۔ پھر جب وہ ہوائیں پانی سے لدے ہوئے بادل اُٹھا لیتی ہیں تو اُنھیں کسی مردہ زمین کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ اور وہاں بارش برسا کر اُسی (مُردہ زمین) سے طرح طرح کے پھل نکالتا ہے۔ بس اِسی طرح سے ہم مُردوں کو (زندہ کر کے قبروں سے) نکال لیں گے۔ شاید اب تم (اِس مشاہدے سے) سبق لیتے ہوئے ہماری ہدایتوں کا اثر قبول کرو گے۔ ——— (۵۷)

خداوندِ عالم ہر بات پر مکمّل قدرت رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

جس طرح ہم زمین کے شکم سے بیجوں کو جمادیت سے نباتیت کی شکل میں ظاہر کرتے ہیں کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا مردے کو زندگی بخشنا ہے۔ اِسی طرح نطفۂ انسانی جماد کی قسم ہے جس کو انسانیت کی طرف علی التدریج خدا ہی منتقل کرتا ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ: "جس طرح ہم یہ کام کر سکتے ہیں، اِسی طرح موت کے بعد دوبارہ زندہ بھی کر سکتے ہیں۔

؎ باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شوم بوم وخس
——— (شیخ سعدیؒ)

یعنی: رحمتِ الٰہی کی بارش ہر چیز پر یکساں ہوتی ہے۔ وہی پانی ہر چیز پر برستا ہے۔ مگر باغ میں پھول اُسی سے نکلتے ہیں اور جنگل یا بنجر زمین پر کانٹے اُگتے ہیں۔ ———

مگر یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے مشین کی طرح نہیں ہوتا، بلکہ نظامِ فطرت کی بنا پر ہوتا ہے ——— (ماجدی)

مرشد تھانوی نے کہا کہ: اِس آیت میں مثال آئی ہے ایسے شخص کی جس پر وعظ موثر ہوتا ہے۔ اور اِس کی جس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔ ٭ ——— (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ (۵۸) اور جو اچھی پاکیزہ زمین ہوتی ہے وہ تو اپنے
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا پالنے والے مالک کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی
يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ ہے۔ اور جو زمین خراب ہوتی ہے، اس میں تو
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ ۵۸ صرف بُری گھاس (اور ناقص پیداوار) کے
سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔ یوں ہم اپنی نشانیاں بار بار پیش کرتے ہیں، اُن کے لیے جو شکر ادا کرنے والے ہیں۔

ع ۶ ۱۴

نصیحتیں صرف اچھے دلوں پر اثر کرتی ہیں

یہ آیت بطورِ مثال بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ:

"ائمہ معصومین ؑ کا علم حکمِ خدا سے بکثرت شائع ہوتا رہتا ہے اور اُس کا نفع بھی بہت ہوتا ہے۔ ائمہ اہلِ بیت ؑ کے دشمنوں کا اوّل تو علم ہی بہت کم ہے، اور اگر کچھ علم ہو بھی تو اُس سے کسی کو کوئی نفع نہیں ملتا۔ کیونکہ اُن کا علم ناقص اور خراب ہے۔ * . . . . . (تفسیر صافی ص ۱۷۵ بحوالہ تفسیر قمی)

آیت کا آخری مطلب یہ ہے کہ نصیحتیں صرف اچھے دلوں پر اثر کرتی ہیں اور جو بدمعاش ہیں، اُن پر اُن نصیحتوں کا اُلٹا اثر پڑتا ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "سُتھرے استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد ہی خراب تھی، اُن کو فائدہ پہنچا، مگر تھوڑا سا۔" (بیت ملاحظہ فرمائیں:) * (موضح القرآن)

؎ ناقصاں را نکند صحبتِ صالح کامل ⁂ بوئے ماہی نرود گرچہ درونِ دریا

نیکوں کی صحبت کا اثر برابر نہیں ہوا کرتا

محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ: کسی بھی کامل شخص کی صحبت میں بیٹھنے والے سب کے سب بلند مرتبہ نہیں ہوتے۔ چاہے وہ جناب رسولِ خدا ہی کی صحبت میں بیٹھنے والے کیوں نہ ہوں۔ (کیونکہ آنحضرت ؐ کی صحبت میں تو منافقین بھی بیٹھتے تھے، قرآن شاہد ہے) * (فصل الخطاب)

غرض رسولوں کا آنا، بارانی ہواؤں کے چلنے اور ابرِ رحمت کے چھا جانے کی طرح ہے۔ پھر بارش کے ذریعے مُردہ زمین کا زندہ ہو جانا گویا نبی کی رہنمائی سے مُردہ انسانیت کا جی اُٹھنا ہے۔ نبی کی تعلیم سے اُمتوں میں خیر و بھلائی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح بارش کے برسنے سے زرخیز زمینیں لہک لہک اُٹھتی ہیں، لیکن بنجر زمینوں پر کچھ نہیں اُگتا۔ تفہیم

www.drhasanrizvi.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (۵۹) فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ ۵۹

یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: اے میری قوم والو! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقیناً مجھے تمھارے اوپر آنے والے بڑے ہی سخت دن کے عذاب کا خوف ہے۔

حضرت نوحؑ کا اصل نام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ:

جنابِ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "حضرت نوحؑ کا اصل نام "عبد الغفار" تھا۔ آپ کا نام "نوحؑ" اِس لیے پڑ گیا کہ آپ نے اپنی قوم کی حالتِ زار پر، اور اپنے نفس پر بہت نوحہ فرمایا۔" (تفسیر قمی، علل الشرائع)

حضرت نوحؑ کی عظمت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خدا نے حضرت آدمؑ کو بتلا دیا تھا کہ نوحؑ کی قوم اُن کو جھٹلائے گی اور وہ خدا سے بددعاء کریں گے، اور خدا اُنکی بددعاء کی وجہ سے اُن کی قوم کو ہلاک کر دے گا۔ اِسی لیے حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ تم میں سے جو شخص بھی حضرت نوحؑ کا زمانہ پائے، اُن پر ضرور ایمان لائے اور اُن کی پیروی کرے، تاکہ غرق ہونے سے محفوظ رہے۔" حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک دس پُشتیں گذری تھیں۔ درمیان میں انبیاؑ اور اوصیاؑ آتے رہے، مگر کیونکہ وہ پوشیدہ طور پر کام کرتے تھے، اِس لیے قرآن میں اُن انبیاء کا ذکر نہیں کیا گیا۔"

جس نظامِ صالح کو حضرت آدمؑ چھوڑ گئے تھے، اُس میں سب سے پہلا بگاڑ حضرت نوحؑ کے دَور میں رونما ہوا۔ حضرت نوحؑ کی قوم عراق میں رہتی تھی۔ بابل کے آثارِ قدیمہ سے بائیبل سے بھی پُرانے کتبے ملے ہیں جن میں حضرت نوحؑ کی قوم جیسا قصہ لکھا ہے۔ نیز موصل (عراق) کے شمال میں جزیرۂ ابنِ عمر کے پاس، آرمینیہ کی سرحد پر کوہِ اراراط کے آس پاس حضرت نوحؑ کی کشتی کے آثار ملے ہیں۔

نیز حضرت نوحؑ کے قصے سے ملتی جلتی روایات یونان، مصر، ہندوستان، چین کے قدیم لٹریچر

www.drhasanrizvi.com

میں بھی ملتی ہیں۔ اِس کے علاوہ برما، ملایا، جزائر شرق الہند، آسٹریلیا، نیوگنی، امریکہ، یورپ کے مختلف حصوں میں بھی ایسا ہی قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قصّے کا تعلق اُس عہد سے ہے جب پوری نسلِ انسانی کسی ایک ہی خطّے میں آباد تھی۔ پھر وہاں سے نکل کر دنیا میں پھیلی۔ اِس لیے تمام قومیں اپنی ابتدائی تاریخ میں ایک ہمہ گیر طوفان کی نشاندہی کرتی ہیں۔

حضرتِ نوحؑ کی قوم کی اصل غلطی

دوسرے مقامات پر قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی قوم کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ قوم خدا کے وجود کی منکر نہ تھی" اور نہ خدا سے ناواقف تھی، نہ اُسے خدا کی عبادت سے انکار تھا، بلکہ اُن کی اصل گمراہی شرک کرنا تھا یعنی اُنھوں نے خدا کے ساتھ دوسری طاقتوں کو خدا کی خدائی میں شریک اور عبادت کا مستحق سمجھ لیا تھا۔ پھر اُن جھوٹے خداؤں کی نمائندگی کرنے کے لیے اُس قوم میں ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا جو تمام مذہبی، سیاسی اور معاشی اقتدار کا مالک بن بیٹھا۔ انسانوں میں اونچ نیچ کی تقسیم پیدا کردی گئی۔ اِس کے نتیجے میں اجتماعی اور معاشی زندگی میں ظلم اور فساد کو بھر دیا گیا، اخلاقی فسق و فجور نے انسانیت کی جڑیں کھوکھلی کردیں۔ حضرت نوحؑ نے طویل عرصے تک لوگوں کو اس مکر کے جال سے نکالنے کی سرتوڑ کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہوسکی، تو آخر کار حضرت نوحؑ نے بددعا فرمائی جس کے نتیجے میں نوحؑ کا طوفان آیا اور پوری قوم برباد ہوگئی۔ ———— (تفہیم)

آج عذاب کیوں نہیں آتا؟ سوال؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس قسم کے واقعات آج کیوں پیش نہیں آتے؟ یعنی قوموں کی نافرمانی پر اچانک عذاب آج کیوں نہیں آجاتا؟

اِس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ نبیؐ کا براہِ راست مخاطب ہونا اور بات ہے اور کسی واسطے سے نبیؐ کا پیغام پہنچنا اور بات ہے۔ جن قوموں سے انبیاءؑ نے براہِ راست تخاطب فرمایا، معجزات دکھائے، حجت تمام کی، پھر بھی وہ قوم ظلم پر ظلم اور انکار پر انکار کرتی چلی گئی، تب نوٹس کے بعد خدا کا عذاب آیا۔ کیونکہ اس کے بعد معذرت کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ ———— تفہیم

★ فوری عذاب نہ آنے کی دوسری

www.drhasanrizvi.com

وجہ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت ہونا ہے۔ خدا نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ :

"میں اُس وقت تک اُن پر عذاب نازل نہ کروں گا' جب تک آپؐ اُن کے درمیان ہیں"۔ (قرآن)

کیونکہ ہمارے نبیؐ عالمین کے لیے رحمت ہیں' اِس لیے خداوندِعالم نے آپؐ اور آپؐ کی اولادِ اطہار کی وجہ سے قوموں کو فوری عذاب کا نشانہ نہیں بنایا' بلکہ اُن کو مہلت پر مہلت عطا فرما رہا ہے' تاکہ وہ اپنی اصلاح کا بندوبست کرلیں۔

شجرہ حضرت نوحؑ

حضرت نوح علیہ السّلام' حضرت آدم علیہ السّلام کی دسویں پُشت تھے۔ یعنی :

نوحؑ بن ملکؑ "یا" (لمکؑ) بن متوشلخؑ بن اخنوخؑ یعنی ادریسؑ بن یاردؑ بن مہلائیلؑ بن قینانؑ بن انوشؑ بن شیثؑ بن آدمؑ۔

یکے بعد دیگرے یہ سب کے سب نبیؑ تھے لیکن سرکشوں اور ظالموں کے ڈر سے چُھپ چُھپاکر اُنھوں نے زندگی گذاری (اور پوشیدہ طور پر کارِ نبوّت انجام دیتے رہے) ان کا ذکر اسی وجہ سے مشہور نہیں اور نہ قرآن مجید نے وضاحت سے اُن کا ذکر کیا ہے۔

جب خدا نے حضرت نوح علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا تو ھبتہ اللہ کی اولاد نے فوراً مان لیا اور اُن کے ساتھ ہوگئے۔ لیکن قابیلؔ کی اولاد نے انکار کیا اور کہنے لگے' ہم سے پہلے قومِ جنّ کا زمین پر تسلّط تھا تو خدا نے اُن کی طرف فرشتہ بھیجا تھا' اگر ہماری طرف بھی کسی کو بھیجنا تھا تو فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔؟
جب بھی کوئی نبیؑ کہتا تھا کہ میں رسولؑ ہوکر آیا ہوں تو وہ لوگ فوراً تردید کرتے ہوئے کہتے تھے کہ بشریّت اور رسالت کا تو کوئی جوڑ ہی نہیں ؛ اور ہر دور میں ایسے لوگوں کی بہتات ہوا کرتی ہے۔

حضرت نوحؑ کا رنگ گندمی' چہرہ پتلا' سر لمبا' آنکھیں موٹی اور پنڈلیاں ہلکی' قد طولانی اور جسم موٹا تھا۔ آپؑ کی عمر ۲۵۰۰ برس تھی' ۸۵۰ برس بعثت سے قبل' اور ۹۵۰ برس تبلیغ کے اور ۲۰۰ برس کشتی کے بنانے میں' اور ۵۰۰ برس طوفان کے بعد گذرے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت امیرالمومنینؑ کے سرہانے مدفون ہیں۔ *

(تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۴۵۔۴۶)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ٦٠

(٦٠) (یہ سن کر) اُن کی قوم کے بڑے لوگوں اور سرداروں نے جواب دیا: "بلاشبہ ہم تو تم کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔"

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ٦١

(٦١) نوحؑ نے کہا: اے میری قوم والو! میں کسی قسم کی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو تمام جہانوں کے پالنے والے آقا کا بھیجا ہوا ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ٦٢

(٦٢) تمھیں اپنے آقا کے احکامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری بھلائی چاہتا ہوں۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ٦٣

(٦٣) تو کیا تمھیں بس اتنی سی بات پر تعجب ہوا کہ تمھارے پاس خود تمھاری قوم ہی کے ایک آدمی کے ذریعے سے تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے وعظ و نصیحت کا پیغام اور یاددہانی آئی، تاکہ وہ تم کو بُرے کاموں کے بُرے انجام کا خوف دلائے اور تاکہ تم بُرے کاموں اور بُرے انجام سے بچ جاؤ اور اس کے نتیجے میں تم پر رحم کیا جائے۔

ذکر کی دو قسمیں ہیں (آیت ٦٣)

شیخ الطائفہ نے لکھا کہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ (١) ذکرِ بیان (٢) ذکرِ برہان
ذکرِ بیان کے معنی کسی بات کا ذہن نشین کرنا، اور ذکرِ برہان کے معنی کسی چیز کو ثابت کرنا۔
اس آیت میں ذکر دونوں معنی میں آیا ہے۔ (تفسیر تبیان)

www.drhasanrizvi.com

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۠ ۶۴ (۶۴)

مگر انھوں نے اُن (نوحؑ) کو جھٹلایا۔ لہٰذا ہم نے اُن (نوحؑ) کو اور اُن کو جو کشتی میں نوحؑ کے ساتھ تھے، نجات دی۔ اور اُن لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ عقل کے اندھے لوگ تھے۔

ع ۱۵

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ۶۵ (۶۵)

اور قومِ عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: اے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو۔ تمھارا اُس کے سوا کوئی خدا نہیں پھر آخر تم بُرے کاموں سے کیوں نہیں بچتے ؟

کشتیِ نوحؑ میں سوار ہونے والے نجات پا گئے

(آیت ۶۴) قرآن سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت نوحؑ کے طوفان کی وسعت کتنی تھی ؟ البتہ یہ بات قطعی ثابت ہوتی ہے کہ جس جس نے حضرت نوحؑ کی تکذیب کی تھی وہ سب کے سب غرق ہوئے اور جو کشتی میں حضرت نوحؑ کے ساتھ بیٹھے صرف اُنھوں نے نجات پائی ۔۔۔۔ (جلالین)

حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیِ نوحؑ جیسی ہے جو اُن کے ساتھ ہو گیا وہ نجات پا جائے گا اور جس نے اُن کی مخالفت کی یا اُن سے روگردانی کی وہ غرق ہو جائے گا" (گمراہ ہو جائے گا)

—— (الحدیث: صحیح بین الفریقین)

حضرتِ ہودؑ اور قومِ عاد

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ "حضرت ہود علیہ السّلام اپنی قوم کے کنبے سے تھے اس لیے اُن کو قوم کا بھائی کہا گیا۔ وہ اپنی قوم کے دین میں بھائی نہ تھے۔"

—— (تفسیرِ صافی صفحہ ۱۷۵ بحوالہ تفسیرِ عیاشی)

کیونکہ یہ عرب کا محاورہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی قبیلے یا قوم سے ہوتا ہے تو اُس کو قوم کا بھائی کہہ دیتے ہیں۔

—— (تفسیرِ صافی)

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السّلام شامخؑ کے بیٹے تھے اور رافخشذؑ کے پوتے تھے اور سامؑ کے بڑے پوتے تھے۔ اور سامؑ حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے۔ اور عاد

www.drhasanrizvi.com

حضرت ہودؑ کے اجداد میں سے تھے"۔ عاد کی قوم عرب کی قدیم ترین قوم تھی جن کو عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ اُن کی شوکت وحشمت لاجواب تھی۔ پھر دنیا سے اُن کا نام ونشان مٹ جانا بھی ضرب المثل بن کر رہ گیا۔ اِسی لیے عربی میں ہر قدیم چیز کو" عادی "کہتے ہیں، اور آثارِ قدیمہ کو" عادیات "کہتے ہیں۔ جو زمین بنجر ہو جائے اُس کو بھی" عادی الارض "کہتے ہیں۔ قدیم عربی شاعری میں قومِ عاد کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اس قوم کا مسکن" احقاف "کا علاقہ تھا، جو حجاز اور یمن کے درمیان ہے۔ یہیں سے پھیل کر یہ لوگ یمن کے مغربی ساحل، حضرموت، عمان اور پھر عراق میں پھیل گئے۔ تاریخی اعتبار سے اس قوم کے آثار ناپید ہو چکے ہیں۔ البتہ جنوبی عرب میں کہیں کہیں پرانے کھنڈرات ہیں۔ حضرموت میں حضرت ہودؑ کی قبر موجود ہے۔

۱۸۳۷ء میں ایک انگریز بحری افسر جیمز آر ویلسٹڈ کو حصین غراب میں ایک پرانا کتبہ ملا جس میں حضرت ہودؑ کا ذکر موجود ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قومِ عاد، حضرت ہودؑ کی شریعت پر عمل کرتی تھی۔ ⋆ ———— (تفہیم)

قومِ عاد بڑے خوش حال لوگ تھے۔ سرسبز و شاداب زمینوں کے مالک تھے اور ان کے باغات بھی بڑے عمدہ عمدہ تھے۔ ان لوگوں کی عمریں طویل اور قد لمبے لمبے اور جسیم ہوتے تھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ کھجور کے درختوں کی طرح اُن کے قد لمبے ہوا کرتے تھے حضرت ہودؑ نے اُن کو بُت پرستی چھوڑنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی دعوت دی، تو انھوں نے نبیِ خدا کی بات نہ مانی، بلکہ اُن کو اذیتیں پہنچائیں۔ بالآخر تین یا سات سال تک بارش نہ ہوئی۔ تو اس قوم کا ایک وفد بارش کی دعا، مانگنے کے لیے مکہ پہنچا اور وہاں اِن الفاظ میں دعا، مانگی۔

"اے ہمارے پروردگار! ہودؑ اگر سچا ہے تو ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔" خداوندِ عالم نے تین بادل بھیجے سرخ، سفید اور سیاہ۔ پھر آسمان سے ندا آئی کہ اِن بادلوں میں سے قوم کے لیے ایک چن لو۔ تو قوم کے سردار قیل بن غنز، (جس نے یہ دعا، مانگی تھی) نے سیاہ بادل کو چُنا۔ جس میں عذابِ خدا پوشیدہ تھا۔ پس سات راتیں اور آٹھ دن اُن پر موسلادھار بارش برستی رہی یہاں تک کہ یہ پوری قوم تباہ ہو گئی۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف ج ۶ ص ۲۰۸)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ ۶۶

(۶۶) اُن کی قوم کے بڑے لوگوں اور سرداروں نے جو اِس بات کو ماننے سے اِنکار کر رہے تھے کہا: "ہم تو تمھیں بے عقلی اور حماقت میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اور درحقیقت ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔"

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ۶۷

(۶۷) ہودؑ نے کہا: "مجھ میں کوئی حماقت نہیں۔ بلکہ میں تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کا بھیجا ہوا ہوں۔

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝ ۶۸

(۶۸) تمھیں اپنے مالک کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمھارا ایماندار، 'قابلِ بھروسہ' اور تمھاری بھلائی چاہنے والا ہوں۔

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ۶۹

(۶۹) کیا تم کو بس اتنی سی بات پر تعجب ہوا کہ تمھارے پاس خود تمھاری اپنی قوم کے ایک آدمی پر تمھارے پالنے والے مالک کی نصیحت آئی، تاکہ وہ تمھیں خبردار کرے؟ یاد کرو جب خدا نے تمھیں نوحؑ کی قوم کے بعد اُن کا جانشین بنایا اور تم کو خلقت میں طاقتور بھی بنایا پس اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو شاید تم کامیابی حاصل کرلو۔

آیت ۶۹ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "سب سے بڑی نعمت جو خداوندِ عالم نے تم کو عطا فرمائی، وہ ہماری ولایت ہے۔" * ——— (تفسیر صافی ص ۱۷۵، بحوالہ کافی)

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی قوت اور متوازن جسامت بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، اور یہ کہ دنیوی نعمتوں کو ذلیل سمجھنا زہد نہیں۔ * ——— (تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (۷۰)

(لیکن اس پر) اُنھوں نے جواب دیا: "کیا تُو ہمارے پاس اِس لیے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی بندگی کریں؟ اور جس جس چیز کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں، اُسے چھوڑ دیں؟ اگر تُو سچا ہے تو لے آ ہمارے پاس وہ عذاب جس کی تُو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔"

مشرکوں کا اصل مسئلہ

کافروں کو اللہ کی عبادت کرنے کے حکم پر اتنا اعتراض نہ تھا، جتنا خدا کو ایک اکیلا ماننے پر اعتراض تھا۔ یعنی غیر اللہ کی عبادت کا چھوڑنا اُن کے لیے سخت مشکل تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید پر اَڑے ہوئے تھے۔ اور یہ ساری باتیں ہمارے نبیؐ کو اِس لیے بھی یاد دلائی گئیں تاکہ اُن کو اور سچّے مسلمانوں کو اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے، کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ کوئی نئی انوکھی بات نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ (فصل الخطاب) ——— *

شرک کے معنی اور قوموں کا اصل گناہ

محققین نے قوم کے اِس جملے سے نتیجہ نکالا کہ "یہ قوم اللہ کی منکر یا اللہ سے ناواقف نہ تھی، نہ اُسے اللہ کی عبادت سے اِنکار تھا، اُن کو بس انکار تھا تو صرف اِس بات سے کہ آخر ایک اکیلے اللہ ہی کی بندگی کیوں کی جائے؟ دوسروں کو بھی اللہ کی بندگی کے ساتھ شریک کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اِس بات پر نبیؐ نے سوال کیا کہ: تم خود جسے ربِّ اکبر کہتے ہو، کیا اُس نے کوئی سند تمھارے اِن جھوٹے بناوٹی خداؤں کے لیے عطا کی ہے؟ کیا ربِّ اکبر (خدا) نے کہیں کہا ہے کہ میں نے فلانے فلانے ٹھاکر، امیر، سردار، فرشتے یا جنّ یا اُن کے بتوں کو اپنی خدائی کا اِتنا حصّہ دے رکھا ہے؟ یا تم نے خود اپنے آپ صرف اپنے وہم وگمان سے خدا کی خدائی میں سے جتنا حصّہ چاہا، اُن کو دے ڈالا ہے۔ ——— * (تفہیم)

مشرکوں کو اصل چِڑھ ہمیشہ خدا کی یکتائی سے رہی ہے۔ وہ خدا کے وجود سے انکاری نہیں ہوئے، یعنی خدا کا نام جتنی بار چاہے لیجیے، مگر جب بھی لیجیے تنہا نہ لیجیے، دوسروں کو ساتھ ساتھ خدا کا شریک ضرور بنا لیجیے۔
——— * (ماجدی)

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ (۷۱)

(ہُود نے) کہا "تمہارے مالک کی پھٹکار تو تم پر پڑ ہی چکی اور اُس کا غضب بھی تم پر ٹوٹ چکا، اب کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو خود تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑ لیے ہیں، اور جن کے بارے میں اللہ نے کوئی سند بھی نہیں اُتاری ہے؟ اچھا تو پھر تم بھی (خدا کے عذاب کا) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں"۔

خود ساختہ خداؤں کی پوجا پر عذابِ الٰہی

مشرکوں نے جو بتوں اور دیوتاؤں کے نام تجویز کیے تھے وہ اِس اعتبار سے تھے کہ وہ کائنات کے مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ مثلاً فلاں بارش کا دیوتا ہے، تو فلاں دولت کی دیوی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

* ——— (فصل الخطاب)

آیت کے آخری الفاظ "سو تم بھی انتظار کرو، اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں"۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے شرک کی وجہ سے سزا کے مستحق تو ہو ہی چکے ہو۔ اب بس سزا آنے کی دیر ہے جو کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

* ——— (قرطبی، کشاف)

بُتوں اور دیوتاؤں کو آیت میں صرف "نام" کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے "منھ بولے" خداؤں کی بس صرف اتنی سی حقیقت ہے کہ وہ صرف چند گھڑے ہوئے نام ہیں جن کے کوئی مسمیٰ نہیں۔ اُن کے وجود تک کی تو کوئی عقلی دلیل ہے، اور نہ قدیم آسمانی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے۔

آیت میں دوسری اہم بات یہ بتائی گئی ہے کہ عذابِ الٰہی کی ایک بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اُس سے صرف نافرمان ہلاک ہوتے ہیں، اہلِ ایمان محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کے ہر قصے سے ظاہر ہوتا ہے۔ رہے موجودہ زمانے کے ہولناک واقعات، قحط، سیلاب، جنگیں، جس میں اچھے بُرے لوگ بلا امتیاز ہلاک ہوتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ "خدا کا عذاب" نہیں ہے، یا تو ہمارا امتحان ہے، یا عذابِ الٰہی کے صرف نمونے ہیں۔ (یا ہماری عبرت کا سامان ہے یا ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں)

* ——— (ماجدی)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ (۷۲) مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ع ۷۲ ع۹/۱۶

آخرِ کار ہم نے اپنی مہربانی سے ہوؑد اور اُن کے ساتھیوں کو تو بچا لیا اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ کر اُن کا رگ و ریشہ تک اُکھاڑ پھینکا، جنھوں نے ہماری باتوں' نشانیوں اور احکامات کو جھٹلایا تھا (کیونکہ) وہ ایمان لانے والے ہی نہ تھے۔

ریحِ عقیم

حضرتِ امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے، کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "اُس ہوا کا نام " ریحِ عقیم " تھا' جو زمین کے ساتویں طبق کے نیچے سے نکلی تھی اور سوائے قومِ عاد کے کسی کے لیے نہیں نکلی۔ خدا کا حکم اُس کے نگہبانوں کو یہ پہنچا تھا کہ ایک انگوٹھے کے حلقے کے برابر ہوا نکالیں، مگر جب اُنھوں نے ہوا کو کھولا تو ایک بیل کے نتھنے کے برابر نکل گئی۔ اُس کے نگہبان چیخ اُٹھے کہ خداوندا! یہ ہوا ہمارے اختیار سے باہر ہو گئی' اور ہمیں خوف ہے کہ جو تیرے نافرمان نہیں ہیں' وہ بھی کہیں اِس سے ہلاک نہ ہو جائیں' اور آباد شہر ویران نہ ہو جائیں۔ اُس وقت خدا نے جبرئیلِ امینؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے اپنے بازوؤں کے زور سے اُس ہوا کو ہٹا کر اُس کے مقام تک پہنچا دیا۔ اور حکم دیا کہ جتنی کا حکم دیا گیا ہے بس اُتنی ہی باہر نکلے۔ پھر وہ اُتنی ہی نکلی جتنا حکم تھا، اور اُسی نے پوری قومِ عاد کو ہلاک کر دیا۔"

(تفسیر قمّی بحوالہ کافی) *

قومِ عاد اور حضرت ہوؑد

تاریخ سے پوری طرح ثابت ہے، کہ عادِ اولیٰ بالکل تباہ ہو گئے تھے۔ اُن کی یادگاریں تک مٹ گئیں۔ اِسی لیے عرب مؤرّخ اُن کو " اُمم بائدہ " یعنی "معدوم قومیں" کہتے ہیں۔ صرف قومِ عاد کا وہ حصّہ باقی رہا جو حضرتِ ہوؑد کا پیروکار تھا۔ اُنہی کو "عادِ ثانیہ" کہتے ہیں۔ ایک مغربی بحری افسر James R Wellested کو "حصین غراب" میں ایک کتبہ ملا جو حضرتِ عیسیٰؑ سے تقریباً ۱۸ سو سال پُرانا ہے۔ اُس میں لکھا ہے: " ہم نے ایک طویل زمانہ اِس قلعے میں اِس شان سے گذارا ہے کہ ہماری زندگی تنگی اور بدحالی سے دور تھی۔ ہماری نہریں دریا کے پانی سے لبریز تھیں ..... ہمارے حکمران بُرے خیالات سے پاک اور شریر اور فسادیوں پر سخت تھے۔ وہ ہم پر ہوؑد کی شریعت کے مطابق حکومت کرتے تھے اور عمدہ فیصلے ایک کتاب میں لکھ لیے جاتے تھے اور ہم معجزات اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کے قائل تھے۔" اِس عبارت نے قرآن کے اس دعوے کو پوری طرح ثابت کر دیا کہ قومِ عاد کی قدیم عظمت و شوکت کے وارث آخرِ کار وہی لوگ ہوئے جو حضرتِ ہوؑد پر ایمان لائے تھے۔ * — (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۷۳

اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا: "اے میری قوم والو! اللہ کی بندگی کرو (کیونکہ) اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے پالنے والے مالک کی کھلی ہوئی دلیل آئی ہے۔ یہ اللہ کی (طرف سے بھیجی ہوئی) اُونٹنی ہے، جو تمھارے لیئے خدا کی (قدرت کی) نشانی ہے۔ لہٰذا اِسے چھوڑ دو تاکہ یہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور اسے ذرا سی بھی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ ایک سخت تکلیف دینے والا عذاب تمھیں آپکڑے گا۔

قومِ ثمود کا حشر (ماخوذ از تفہیم القرآن) قومِ ثمود عرب کی قدیم ترین اقوام میں سے دوسرے نمبر کی قوم تھی، جو قومِ عاد کے بعد سب سے زیادہ مشہور ہوئی۔ نزولِ قرآن سے پہلے اُس قوم کے قصے زبان زدِ خاص تھے۔ جاہلیت کے اشعار اور خطبوں میں اُن کا بڑا ذکر ملتا ہے۔ اسکندریہ اور روم کے قدیم مورخین اور جغرافیہ نویس بھی اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک اِس قوم کے کچھ نشانات موجود تھے۔ یہ لوگ رومن افواج میں بھرتی ہوتے تھے اور قبطیوں کے خلاف لڑتے تھے۔ اِس قوم کا مسکن شمالی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج "الحجر" کہلاتا ہے۔ آج بھی مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے پر ثمود کا صدر مقام تھا۔ اور "حجر" کہلاتا تھا۔ اب بھی وہاں ہزاروں ایکڑ زمین میں وہ مضبوط اور بڑی بڑی عمارتیں موجود ہیں جن کو قومِ ثمود نے پہاڑوں کو تراش تراش کر بنایا تھا۔ اُن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس علاقے کی آبادی چار، پانچ لاکھ سے کم نہ تھی۔ عرب قافلے اِنہی آثار سے گذر کر شام جاتے تھے۔ غزوۂ تبوک پر جاتے ہوئے حضورِ اکرمؐ نے یہ آثار مسلمانوں کو دکھائے اور اُن کو اُن سے سبق لینا سکھایا۔ ایک جگہ آپؐ نے ایک کنواں دکھایا، اور فرمایا: "یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالحؑ کی اُونٹنی پانی پیتی تھی"۔ اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ: "صرف اِسی کنویں کا پانی پینا اور کسی اور کنویں کا پانی نہ پینا"۔ پھر حضورؐ نے

www.drhasanrizvi.com

ایک پہاڑی درّے کو دکھا کر فرمایا کہ اِس درّے سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی"۔ آج بھی وہ مقام "فجّ النّاقہ" کے نام سے مشہور ہے۔ پھر آپؐ نے ایک خطبہ دیا اور قومِ ثمود کا انجام یاد دلایا کہ اُنھوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی، حضرت صالحؑ کی اونٹنی جو اُن کے لیے معجزہ تھی، اُس کو قتل کر ڈالا، جس کی وجہ سے اُن پر عذاب نازل ہوا، لہٰذا یہاں سے جلدی سے گذر جاؤ۔ یہ سیرگاہ نہیں، بلکہ رونے اور سبق سیکھنے کا مقام ہے۔

قومِ ثمود نے حضرت صالحؑ سے ایک ایسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا جو اِس بات کی دلیل ہو کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ حضرت صالحؑ نے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کیا جو اونٹنی بن کر سامنے آگئی۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا: اب تمھاری زندگی اِس اونٹنی کے ساتھ متعلق ہے۔ اِس کو اپنی زمینوں میں آزادی سے چرنے دینا۔ ایک دن یہ اکیلی پانی پیے گی اور تم اِس کا دودھ پینا۔ اور دوسرے دن تم اور تمھارے جانور پانی پئیں گے۔ اگر تم نے اس کو قتل کیا تو خدا کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑے گا۔ مگر قوم کے سرداروں نے اُس کو قتل کر ڈالا جس کی وجہ سے اُس قوم پر عذاب آیا۔" (ماخوذ از تفہیم)

ثمود اور عاد ایکدوسرے کے چچازاد برادر تھے۔ ارم بن سام بن نوحؑ کے بیٹے ایک کا نام عوص، دوسرے کا نام عابر تھا۔ عادؔ، عوص کا بیٹا تھا اور ثمودؔ، عابر کا بیٹا تھا۔ پس عاد کی اولاد کی طرف حضرت ہودؑ پیغمبر مبعوث ہوئے اور اُن کے ہلاک ہونے کے بعد ثمود کی اولاد اُن کی وارث ہوئی اور اُن کی جگہ پر متمکن ہوئی۔ خدا نے اِن کی طرف حضرت صالحؑ کو مبعوث فرمایا۔ اُن لوگوں کی عمریں لمبی ہوا کرتی تھیں۔ اِس لیے وہ لوگ گرمیوں اور سردیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ گھر بنایا کرتے تھے نرم زمینوں میں گرمیوں کے لیے اور پہاڑوں کو تراش و کُرید کر سردیوں کے لیے گھر بنایا کرتے تھے جس طرح کہ قرآن مجید اِس کی حکایت کر رہا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت صالحؑ سولہ برس کی عمر میں مبعوث برسالت ہوتے اور ۱۲۰ برس کی عمر تک تبلیغ فرماتے رہے۔ مگر وہ لوگ متاثر نہ ہوئے۔

مختصر اقصۂ حضرت صالحؑ حضرت صالحؑ نے فرمایا: "مجھے تمھارے ساتھ دماغ سوزی کرتے ہوئے لمبی مدت گذر گئی ہے، اب فیصلہ کن بات یہ ہے کہ میں تمھارے خداؤں کو بُلاتا ہوں اور اپنے خدا کو بھی بُلاتا ہوں جس نے ہماری دُعا سُنی اور قبول کی وہ صحیح خدا ہوگا۔ وہ اس بات پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے مخصوص عید کے دن بُتوں کو لائے اور اُن کے سامنے گریہ وزاری

www.drhasanrizvi.com

کی، کہ صالحؑ کو ضرور جواب دینا ورنہ ہماری ہار ہوگی"۔ لیکن جب حضرت صالحؑ نے بتوں کو بلایا تو وہ گونگے کے گونگے ہی رہے۔ چنانچہ چند بار ایسا ہی کیا اور وہ نہ بول سکے تو قوم کے ستّر آدمیوں نے حضرت صالحؑ سے استدعا کی کہ اب آپ اپنے خدا کو بلائیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم بتاؤ کیا کچھ مانگنا ہے؟ اُنھوں نے ایک پہاڑ کے قریب جا کر کہا: اِس پتھر سے دس ماہ کی حاملہ سرخ رنگ کی ایک اونٹنی پیدا کرے، (کیونکہ وہ لوگ اُس پتھر کی بڑی عزت کرتے تھے، بلکہ اُس کی پوجا کرتے تھے)۔ چنانچہ جب حضرت صالحؑ نے خداوندِ قادر سے دعاء مانگی تو پتھر میں حرکت ہوتی اور ساتھ ہی ایک اونٹنی پیدا ہوئی۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ ہم دیکھیں اس سے ایک بچہ بھی ایسا ہی پیدا ہو تو آپؑ کی دعاء سے فوراً بچہ بھی اُس سے پیدا ہوا۔ وہ بھی بڑا جسیم و عریض تھا اور اُس کی ماں بھی بڑی لمبی چوڑی تھی۔ وہ لوگ یہ دیکھ کر بڑے حیران و ششدر ہو گئے۔ پس غریبوں میں سے ایک طبقہ مومن ہو گیا، لیکن اُن کے بڑے اور متکبّرین اپنی سرکشی پر ڈٹے رہے

ایک روایت کے مطابق ملکہ نامی عورت قومِ ثمود پر حکمران تھی، جب حضرت صالحؑ کی دعوت اور معجزے سے متاثر ہو کر لوگ ایمان کی طرف راغب ہونے لگے تو حضرت صالحؑ کا اقتدار بڑھنے اور ملکہ نامی عورت کا اقتدار کم ہونے لگا۔ اِس پر اُس عورت نے دو بدمعاش خوبصورت عورتیں قطام اور قبال طلب کیں۔ قدار نامی شخص قطام سے اور قبال سے مصدع نامی شخص عشق کرتا تھا۔ ملکہ نے مال و دولت دیکر اُن دونوں عورتوں کو اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ اپنے عاشقوں سے کہیں کہ جب تک وہ ناقہء صالحؑ کو قتل نہ کر دیں گے اُن کے جسموں پر تصرّف نہیں کر سکتے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قدار اور مصدع نے ملکر اونٹنی کو پے (یعنی قتل) کر دیا۔ اور اُس کا بچہ دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور تین بار آسمان کی طرف منھ کر کے نہایت خوفناک آواز سے چیخا۔ اس کے بعد اُس قوم پر سخت عذاب آیا۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۵۲)

تفسیرِ صافی میں ہے کہ خدا کی جانب سے حضرت صالحؑ پر وحی ہوئی کہ تمھاری قوم نے سرکشی کی ہے اور اُس ناقے کو قتل کیا ہے جو میری طرف سے اُن پر حجت تھی، جبکہ وہ اُن لوگوں کے لیے نقصان کا باعث بھی نہ تھی۔ بلکہ وہ اُس کا دودھ پیتے تھے۔ اب اُن سے کہدو کہ تین دن تک عذاب آنے والا ہے۔ اب بھی اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنے کیے پر

پشیمان ہوجائیں تو میں اُن کی توبہ قبول کرلوں گا لیکن توبہ نہ کریں گے تو تین دن تک اُن پر ہمارا عذاب آئیگا۔

حضرتِ صالحؑ نے اپنی قوم سے یہ فرمایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ سرکش ہوگئے اور کہنے لگے کہ تم لے آؤ وہ عذاب جس کے بارے میں تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے اگر تم سچّے رسولؑ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: "اے میری قوم والو! سُن لو کل تمھارے منھ زرد ہوجائیں گے، پرسوں سرخ ہوں گے اور تیسرے دن تمھارے منھ سیاہ ہوجائیں گے۔" اور بدھ کی رات انھوں نے ناقۂ صالحؑ کو پے کیا (ٹانگیں کاٹ ڈالیں) پس پہلے اُن کے چہرے زرد، پھر سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہوگئے۔ اور اُن لوگوں نے عذاب کے یقین پر کفن بھی پہن لیے تھے اور خود کو حنوط بھی کرلیا تھا۔ چنانچہ آدھی رات گئے جبرئیلؑ نے آواز (صیحہ) پیدا کی، جس سے اُن کے دل، جگر اور کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ اور سب کھب گر گئے اور کوئی ذی روح نہ بچ سکا، اور صبح کو آسمان سے آگ برسی جس نے اُن کی لاشوں کو جلا دیا تھا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ آواز (صیحہ) پیدا ہوئی اور زلزلہ بھی تھا۔

ثعلبی سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! تم جانتے ہو کہ اوّلین میں سے شقی ترین کون تھا؟" علیؑ نے عرض کی: "اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں"۔ پس آپؐ نے فرمایا: "وہ شخص وہ تھا جس نے ناقۂ صالحؑ کو قتل کیا"۔ پھر فرمایا: "آخرین میں سے شقی ترین انسان کون ہوگا؟" علیؑ نے عرض کی: "اللہ اور اُس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں"۔ پس آپؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! وہ، وہ شخص ہوگا جو تجھے قتل کرے گا"۔ (تیری ریش کو تیرے سر کے خون سے خضاب کریگا۔)

یاد رہے کہ ناقۂ صالحؑ قومِ ثمود کے لیے حجّتِ خدا تھی جس کے قتل کرنے پر ساری قوم پر عذاب نازل ہوا۔

اِسی طرح حضرت علیؑ مسلمانوں پر حجّتِ خدا بعدِ رسولِ اکرمؐ تھے۔ جب مسلمان حضرت علیؑ کو مجبور کرکے دربارِ خلافت میں بیعت کیلئے لے گئے۔ تو جنابِ خاتونِ جنّتؑ نے مسلمانوں سے خطاب کرکے فرمایا تھا کہ "میرے چچازاد (ابوالحسنؑ) کو چھوڑ دو ورنہ میں اپنے بال کھول کر اور حضرتِ رسولِ خداؐ کی قمیص کو اپنے سر پر رکھ کر بددعاء کروں گی"۔ پھر فرمایا: ناقۂ صالحؑ کے بچّے کی قدر اللہ کے نزدیک حسنینؑ سے زیادہ نہیں تھی، اور حبیبِ خداؐ کی بیٹی میں ہوں، (یعنی میری بددعاء قبول ہوگی) لوگوں نے دیکھا کہ شہزادی نے ابھی تک بددعاء نہیں کی تھی کہ مسجدِ نبویؐ کی دیواریں زمین سے بلند ہونے لگیں لیکن جنابِ امیرؑ نے سلمان کو خدمتِ بنتِ رسولؐ میں سفارش کیلیے بھیجا کہ بددعاء نہ کریں۔ یہ پیغام سن کر شہزادیؑ نے صبر فرمایا۔ کہ اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں نے صبر کیا۔[۱]

[۱] (ملخص از تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۵۳-۵۴-۵۵)

www.drhasanrizvi.com

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ (۷۴) اور وہ وقت بھی یاد کرو جب قوم
بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ عاد کے بعد خدا نے تمھیں اُن کا جانشین
تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا بنایا، اور تم کو زمین میں رہنے کا ٹھکانا بھی
وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ دیا۔ تم اِس زمین کے نرم اور ہموار حصّوں میں
فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا بھی محلّات بناتے ہو اور پہاڑوں کو بھی
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ ۷۴ مکانات کی شکل میں تراش لیتے ہو۔ پس اللہ
کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ (۷۵) اُن کی قوم کے متکبّر سرداروں نے اُن کمزور
قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ لوگوں سے، جو اُن ہی میں سے ایمان لے آئے تھے، کہا:
اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا "کیا تم جانتے ہو کہ صالحؑ واقعی اپنے پالنے والے
مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ مالک کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے"؟ اُنھوں نے جواب
اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ ۷۵ دیا: "بیشک وہ جس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم
اُس کو بھی مانتے ہیں"۔

(آیت ۷۴) "مدائنِ صالح میں آج بھی کچھ عمارتیں ایسی موجود ہیں جنکو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اِس قوم نے انجینیری کے فن میں کتنی ترقی کی تھی"۔ (تفہیم)

کمزوروں کی فضیلت امام رازیؒ نے کہا کہ: "خدا نے اِس آیت میں بڑے لوگوں کو "تو تکبّر کرنے والے" فرمایا، اور غرباء کو مجہول کے صیغے کے ساتھ ذکر فرمایا، یعنی "جنکو کمزور بنا دیا گیا" تو جنکو تکبّر کرنے والے فرمایا، اُنکی تو از خود مذمّت ہو گئی کہ وہ احمق ہیں لیکن غریبوں اور مومنوں کو یہ فرما کر، کہ اُن کو کمزور بنا دیا گیا تھا، اُن لوگوں کی مذمّت نہیں نکلی، بلکہ اُن کی مذمّت نکلی جنھوں نے اُن شریف لوگوں کو کمزور بنا دیا تھا اور اُن کے حقوق غصب کر لیے تھے اور جو اُن شریف مومنین کو حقیر و ذلیل بھی سمجھتے تھے۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿۷۶﴾ (اِس پر) اُنھوں نے جو بڑے آدمی ہونے کا گھمنڈ رکھتے تھے، کہا: جس چیز کو تم مانتے ہو ہم تو اُس کے منکر ہیں۔"

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۷۷﴾ پھر اُنھوں نے اُس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پالنے والے مالک کے حکم کی پوری پوری خلاف ورزی کی اور کہا: "اے صالح! اگر تو واقعی خدا کے پیغمبروں میں سے ہے تو پھر لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہا ہے"؟

کافر کے معنی (اُس) منکر کے ہیں۔ جو کسی دینی عقیدے کے ماننے سے انکار کر دے۔

پھر خدا کا یہ فرمانا کہ: وہ فخر سے کہیں گے کہ ہم اِس دین کے کافر ہیں، اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کا غیر مسلموں کو "کافر" کہنا کوئی گالی دینے کے مترادف نہیں بس ایک واقعیت یا حقیقت کا اظہار ہے، جسے وہ خود فخر سے بیان کرتے ہیں۔ (فصل الخطاب)

* نیز اِس آیت میں قوم کے خواص اور بڑے لوگوں اور روشن فکر کہلائے جانے والوں کا کیسا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔

قومی گناہ کی حقیقت اگرچہ حضرت صالح ؑ کی اونٹنی کو ایک شخص نے قتل کیا تھا، مگر کیونکہ پوری قوم اُس کی ساتھی تھی اور اُس کے فعل پر راضی تھی، اِس لیے اُس اونٹنی کے قتل کا الزام ساری قوم پر عائد کیا گیا۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ "جو گناہ قوم کی رضامندی سے کیا جائے گا اور جس بُرے کام پر پوری قوم راضی ہو گی اور اُس کو پسند کرتی ہو گی، وہ قومی گناہ ہو گا، خواہ اُس کا عملاً انجام دینے والا ایک آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ اِسی طرح جو گناہ قوم کے اندر علانیہ طور پر کیا جائے گا اور قوم اُس کو گوارا کرے گی، وہ بھی پوری قوم کا گناہ شمار ہو گا۔ (تفہیم) "(اِسی طرح امام حسین ؑ اور اُن کے رفقاء کے قتل پر جو بھی قومیں راضی تھیں، راضی ہیں اور قیامت راضی رہیں گی، وہ سب کے سب قتلِ حسین ؑ میں شامل سمجھے جائیں گے۔ اِسی وجہ سے ہم امام حسین ؑ کے قاتلوں پر لعنت کے لیے اللہ سے درخواست کرتے ہیں، اور اُن پر بھی جو اس امر پر راضی رہیں گے۔)"

www.drhasanrizvi.com

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ ۷۸

(۷۸) نتیجے میں ایک دل ہلا دینے والے زلزلے نے اُن کو آن پکڑا اور وہ اپنے گھروں ہی میں اندھے، بے حس و حرکت ہو کر پڑے کے پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ○ ۷۹

(۷۹) اور صالحؑ (پہلے ہی) یہ کہتے ہوئے اُن کی بستیوں سے نکل گئے کہ اے میری قوم والو! "میں نے تو تمھیں اپنے پالنے والے مالک کا پیغام پہنچا دیا اور (لاکھ) تمھاری بھلائی چاہی مگر میں آخر کیا کروں کہ تم لوگ اپنی بھلائی چاہنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔

قومِ ثمود کے زلزلے اور ہلاکت کا زمانہ قبلِ تاریخ کا زمانہ ہے لیکن اٹلی کے شہر پامئی کا زلزلہ عہدِ تاریخ کی بات ہے۔ سنہ ۱۹۶۳ء میں ایک شدید زلزلے نے یہاں کے فاسق باشندوں کو ہلاک کر دیا اور جو بچ گئے تھے اُن کو ایک قدرتی آتش باری نے بھون ڈالا۔ (ماجدی)

"رجفہ" کے معنی زلزلے کے ہیں : سورۂ "حجر" میں ارشاد ہوا: "فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ" (پس اُن کو سورج نکلتے ہی ایک سخت آواز (چنگھاڑ) نے آن پکڑا) اِن دونوں آیتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے زوردار دھاکہ ہوا ہو اور پھر زلزلے آئے ہوں اور وہ سب ہلاک ہو گئے ہوں۔
* —— (تفسیر صافی صہ ۱۷۶)

(آیتؑ ۷۹) ہلاکت کے بعد اُن سے مخاطب ہو کر یہ سب کچھ فرمانا، ایسا ہی ہے کہ جیسے غصّے میں اپنے تاثرات کو بطورِ افسوس خود اپنے آپ سے اِس طرح بیان کیا جائے کہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان بن جائے۔
* —— (تفسیر تبیان)

(اس کے علاوہ سورہ یٰسٓ میں مومنِ آلِ یاسین (حبیب نجّار) نے بھی اپنی قوم والوں کے لیے اسی طرح کہا: "کاش میری قوم بھی یہ جان لیتی کہ جس کے سبب سے مجھے میرے پروردگار نے بخش دیا" حالانکہ اس قوم کو بھی ایک خوفناک آواز (چنگھاڑ) نے ہلاک کر دیا تھا۔) (مُردوں سے اسطرح خطاب کرنے سے ثابت ہوا کہ مُردے بھی سنتے ہیں)
* —— (مُرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَلُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾

اور لوطؑ کو جب ہم نے بھیجا) تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا: "کیا تم ایسے بیحیا ہو گئے ہو کہ تم ایسا شرمناک، فحش اور بیحیائی کا بُرا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے تو دنیا میں کسی نے کیا ہی نہیں؟ (۸۰)

حضرت لوطؑ کی قوم اور اُن کی بدکاری

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: حضرت ابراہیمؑ کی والدہ اور حضرت لوطؑ کی والدہ دونوں بہنیں تھیں اور دونوں "لاحج" کی بیٹیاں تھیں، جو خود بھی نبیؑ تھے۔ نیز مروی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے ملک سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوطؑ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ سارہؑ حضرت لوطؑ کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں ڈرانے والے نبیؑ تھے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نمرودؑ کے ملک سے نکلے تو حضرت لوطؑ بھی اُن کے ہمراہ تھے، کیونکہ حضرت سارہؑ اُن کو اپنے سے الگ نہیں کرتی تھیں، یہاں تک کہ وہ دونوں شاماتؑ کی زمین پر وارد ہوئے۔ وہاں سے حضرت لوطؑ شامات کی نشیبی زمین کی طرف چلے گئے۔ (الکافی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "عملِ قومِ لوطؑ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ابلیسؑ بہت خوبصورتؑ لڑکے کی شکل میں زنانہ حرکتیں کرتا ہوا قومِ لوطؑ کے کچھ جوانوں کے پاس آیا! اور کہا کہ مجھ سے ایسا ویسا فعل کرو۔ اگر وہ فاعل ہوتا تو شاید وہ لوگ منع کر دیتے، مگر کیونکہ اُس نے مفعول ہونا چاہا اس لیے اُنھوں نے قبول کر لیا۔ پھر اُن جوانوں کو اس فعلِ بد کی ایسی لذّت محسوس ہوئی کہ ابلیس ملعون تو چلا گیا

www.drhasanrizvi.com

مگر وہ لوگ ایکدوسرے کے ساتھ مبتلا ہو گئے۔" (تفسیر صافی ص۱۷۷ بحوالہ کافی و علل الشرائع)

نتیجہ: محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہم جنس پرستی دنیا میں سب سے پہلے قوم لوطؑ نے شروع کی تھی۔ (فصل الخطاب)

حضرت لوطؑ کی قوم شرقِ اُردن جو عراق و فلسطین کے درمیان کا علاقہ ہے، میں رہتی تھی۔ بائیبل میں اِس قوم کے صدر مقام کا نام "سدوم" لکھا ہے، جو بحرِ مردار (Dead Sea) کے قریب واقع تھا۔

تلمود (بائیبل) میں لکھا ہے کہ سدوم کے علاوہ چار بڑے شہر اور بھی تھے اور ان شہروں کے درمیان باغ ہی باغ تھے۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے، اپنے چچا کے ساتھ عراق سے نکلے اور شام، فلسطین اور مصر گھومتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ سے علم اور تجربہ حاصل کر کے بگڑی ہوئی قوم یعنی اہلِ سدوم کی طرف آئے شاید اس لیے بھی کہ اُن کی کچھ رشتہ داری بھی اِس قوم سے ہوتی تھی۔ یہ قوم ڈکیتی اور ہم جنس پرستی کا شکار تھی، یہی وہ جُرم ہے جس کو یونان کے فلسفیوں نے اخلاقی خوبی قرار دیا اور جدید مغربی مفکرین علانیہ طور اس کے حق میں پروپگنڈا کرتے ہیں یعض ملکوں نے اِس کو باقاعدہ قانونی طور پر جائز قرار دیا ہے ——— جبکہ

(۱) واضح طور پر یہ فعل خلافِ فطرت ہے۔ کیونکہ عام جانوروں میں بھی نر و مادہ ہوتے ہیں۔

(۲) پھر خدا نے جنس کا جذبہ بقائے نسل کے لیے رکھا ہے۔ تاکہ دنیا آباد رہے اور تمدن وجود میں آتے رہیں۔

(۳) خدا نے مرد اور عورت کو الگ الگ جذبات عطا فرمائے ہیں، ایک دوسرے کے لیے کشش رکھی ہے، اُن کی جسمانی ساخت اور نفسیاتی ترکیب الگ الگ بنائی ہے، اُن کے جذب و انجذاب میں لذت رکھی ہے، جو فطرت کے مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ اب جو ہم جنس پرستی کا فعل انجام دیتا ہے وہ فطرت سے جنگ کرتا ہے۔ فطرت کی اسکیم کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا آدمی بیک وقت کئی جرائم کرتا ہے۔

(۱) اپنی طبعی ساخت اور اپنی نفسیاتی ترکیب سے جنگ کرتا ہے، اُس میں خللِ عظیم ڈالتا ہے جس سے جسم، نفس، روح اور اخلاق پر سخت بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(۲) پھر اُن ذمّہ داریوں سے بھاگتا ہے جو جنسی فعل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یعنی اولاد اور بیوی کی خدمت۔ گویا

www.drhasanrizvi.com

وہ جنسی لذّت کو بغیر اُس کی قیمت (و زحمت) ادا کیے، یعنی ذمّہ داریوں کا بوجھ اُٹھائے بغیر چُرا لیتا ہے۔ اِس طرح وہ انسانی اجتماع اور معاشرے کے ساتھ کُھلی بددیانتی کرتا ہے۔ یعنی وہ تمدّنی اداروں سے فائدہ تو اُٹھاتا ہے، مگر جب اُس کی اپنی باری آتی ہے تو وہ اپنی خود غرضیوں کو ایسے طریقے سے استعمال کرتا ہے کہ وہ خود کو نسل، قوم اور خاندان کی خدمت سے بچا لیتا ہے۔

(۳) وہ اپنے ساتھ کم از کم ایک اور مرد کو غیر طبعی زنانہ پن میں مبتلا کرتا (اور دیگر مردانہ ذمّہ داریوں سے بیجا طور پر بچاتا) ہے۔

(۴) کم سے کم دو عورتوں کے لیے صنفی بے راہ روی اور اخلاقی پستی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔
(تفہیم)

*

غرض اغلام بازی ایسا گندہ عمل ہے کہ اُس کی طرف کشش ہونا تو درکنار، اُس کا تصوّر کرنے سے بھی طبعی کراہت محسوس ہوتی ہے، جو جگہ تمام تر فضلے گندگی کے لیے مخصوص ہو، اُس کو محلِّ شہوت بنا لینا اور اُس کو لطف و نشاط کا مرکز سمجھ لینا حد درجہ غلاظت پسندی اور گھناؤنے پن کا ثبوت ہے۔ آج یہ گندگی مغربی تہذیب کا جُزو بن چکی ہے۔ اب اسے غیر فطری عمل کے بجائے فطری عمل قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

قومِ لوطؑ سے پہلے ہم جنس پرستی کا وجود تاریخ میں نہیں ملتا۔ اِس لیے حضرت لوطؑ کے اِس قول میں قومِ لوطؑ کی دُہری دُہری مذمّت ہے کہ اوّل تو ایسا بُرا کام کرتے ہو، اور پھر یہ کہ تم نے یہ بُرا کام کسی کو دیکھ کر نہیں سیکھا، بلکہ خود ایجاد کیا ہے۔ (بیضاوی، کشّاف، قرطبی)

*

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت لوطؑ جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے خود اُس قوم میں سے نہ تھے۔ پس تیس برس اُن میں رہ کر اُن کو تبلیغ فرمائی۔ وہ لوگ غسلِ جنابت نہ کرتے تھے، حد سے زیادہ بخیل تھے اور اِسی بُخل کی بدولت وہ اِس غیر فطری عادت میں مبتلا ہوئے جو اُن کے لیے موجبِ عذاب ہوئی۔ یہ لوگ اُس راستے پر آباد تھے جو شام اور مصر کو جاتا تھا۔ لہٰذا مہمانوں کی آمد و رفت یقینی تھی تو اُنھوں نے اپنے بُخل کے سبب سے مردوں کے ساتھ غیر فطری فعل شروع کر دیا تاکہ

www.drhasanrizvi.com

ہماری یہ بات جب شہرت پکڑے گی تو مہمان کنارہ کر جائیں گے لیکن پھر اُن کو اِس فعلِ قبیح کی عادت ہوگئی، یہاں تک کہ مردوں کو معاوضہ دے کر یہ کام کرتے تھے۔ اِس طرف حضرت مہمان نواز تھے تو اُن کو بھی یہ لوگ منع کرتے تھے اور اُنھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آئندہ آپ کا کوئی مہمان آیا تو ہم اُس کے ساتھ بھی یہی فعل کریں گے۔

پس حضرت لوطؑ کا یہ دستور تھا کہ جب اُن کے یہاں کوئی مہمان آتا تھا تو اُس کو چھپائے رکھتے تھے۔ جب اُن پر عذاب کا وقت آیا تو حضرت لوطؑ اپنی کھیتی کو پانی دے رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ مع چند ملائکہ کے پہنچ گئے۔ حضرت لوطؑ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ ہم مسافر ہیں اور یہاں رات کو رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا: میری قوم کے لوگ مردوں کے ساتھ لواط کرنے کے عادی اور لٹیرے ہیں، مناسب ہوگا کہ یہاں سے چلے جائیں۔ اُنھوں نے جواب دیا، اب دیر ہوگئی ہے ہم کہیں نہیں جائیں گے (ہم تو یہیں کے لیے آئے ہیں) الغرض وہ اُن کو اپنے گھر لے آئے اور اپنی بیوی کو ہدایت فرمائی کہ اِن مہمانوں کے بارے میں کسی کو خبر نہ دینا لیکن وہ بدبخت کافروں سے ملی ہوئی تھی۔ اور نشانی یہ مقرر کی ہوئی تھی جب کوئی مہمان آپ کے یہاں آتا تو وہ دن کے وقت مکان کی چھت پر جاکر دھواں کر دیتی اور رات کے وقت آنے والے مہمان کی خبر دینے کے لیے آگ روشن کر دیتی تھی تاکہ اُنھیں معلوم ہو جائے کہ حضرت لوطؑ کے یہاں کوئی مہمان آگیا ہے۔ چنانچہ اُس نے اب بھی ایسا ہی کیا اور فوراً لوگ مکان پر جمع ہوگئے۔ حضرت لوطؑ نے ہر چند سمجھایا، اُن کی منت سماجت کی لیکن وہ نہ مانے پس حضرت جبرئیلؑ نے اپنا پر مارا کہ اُن کی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ پھر حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو لیکر یہاں سے نکل جائیں، میں اللہ کا فرستادہ ہوں اور اُن لوگوں پر عذاب کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ حضرت لوطؑ نے کہا کہ کفار نے میرے مکان کو احاطے میں لے لیا ہے میں کیسے نکل کر جا سکتا ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک نورانی عمود اُن کے سامنے نصب کر دیا جس کی روشنی میں وہ گھر سے چلے گئے۔

طلوعِ صبح کے وقت حضرت جبرئیلؑ نے پر کی نوک سے اُس بستی کو زمین کے ساتویں طبقے سے اُکھاڑ کر اِس قدر بلند کر دیا کہ اہلِ آسمان نے اُن کے کتوں کی آوازیں سُنیں پس وہاں سے بستی کو اُلٹ کر پھینکا۔ (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۵ صفحہ ۶)
(ملخص)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ (۸۱) دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ ۸۱	اے تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی (جنسی) خواہش کو پورا کرتے ہو۔ واقعی تم تو بڑے ہی حد سے گذرے ہوئے (بُرے) لوگ ہو۔
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا (۸۲) اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ ۸۲	مگر نہ تھا اُن کی قوم والوں کا جواب سوا اس کے کہ اُنھوں نے کہا: "نکال دو انھیں اپنی بستی سے (کیونکہ) یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔"

محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والے صرف بے حیا، بدکردار اور بداخلاق ہی نہ تھے، بلکہ اخلاقی پستی میں اسقدر گر چکے تھے کہ اپنے درمیان چند نیک اور پاک انسانوں کو جو نیکی کی طرف بُلائیں اور بُرائی سے روکیں ٹوکیں، اُن کا وجود بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ یہ بداخلاقی، بُرائی، گناہ اور ظلم کی انتہا ہوتی ہے کہ انسان اصلاح کی کسی آواز تک کو برداشت نہ کرے اور پاکی کے اُس چھوٹے سے حصے کو بھی اپنے درمیان سے نکال دینا چاہے جو اُن کے گرد فضا میں باقی رہ گیا ہے۔ ایسی قوم کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ سڑے ہوئے پھلوں کے ٹوکرے کو صرف اُس وقت تک تو رکھا جا سکتا ہے جب تک اُس میں کچھ اچھے پھل بھی موجود ہوں۔ مگر جب وہ اچھے پھل بھی اُس میں سے نکل جائیں، تو پھر اُس سڑے، گلے ہوئے پھلوں کے ٹوکرے کا مصرف اِس کے سوا کچھ نہیں رہتا کہ اُسے گندگی میں پھینک دیا جائے۔

"خس کم جہاں پاک۔"

اسلام میں ہم جنس پرستی کی سزا

شادی شدہ : ہم جنس پرستی کرنے والے کی اسلام میں یہ سزا ہے کہ اُسے تلوار سے قتل کر دیا جائے اور دفن کرنے کے بجائے اُس کی لاش کو جلا دیا جائے۔ (بقول امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ)

غیر شادی شدہ : کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلا وطن بھی کیا جائے گا۔

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ‌ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۝۸۳ (۸۳) تو پھر ہم نے لوطؑ کو اور ان کے گھر والوں کو تو بچا لیا ، سوا اُن کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ۔

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا‌ ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝۸۴ ع (۸۴) اور اُس قوم پر (پتھروں کی) بارش برسائی پھر دیکھ لو کیا حشر ہوا اُن مجرم گناہگاروں کا ؟ ع۱۰

(آیت ۸۳) حضرت لوطؑ کی بیوی (توراۃ کے بیان کے مطابق) خدا کے عذاب سے نمک کا ستون بن گئی تھی کیونکہ وہ حضرت لوطؑ کی قوم کی ساتھی تھی اور اُن کیلئے جاسوسی کرتی تھی ۔ "توراۃ میں ہے" "مگر اُس کی جورو نے پیچھے پھر کر دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی" ۔ (پیدائش ۱۹ : ۲۶)

★ یہ سب اس لیے ہوا کہ حضرت لوطؑ کی بیوی حضرت لوطؑ پر ایمان ہی نہ لائی تھی ۔ (تفسیر کبیر ۔ مدارک)

(آیت ۸۴) آسمان سے پتھر تو ہر وقت برستے ہی رہتے ہیں ، صرف اللہ کی مہربانی یہ ہے کہ اُن کی رفتار کی تیزی کی وجہ سے وہ زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی پگھل کر فنا ہو جاتے ہیں ، یا گیس میں تبدیل ہو کر بکھر جاتے ہیں ۔ اگر اُن پتھروں کی رفتار کم ہوتی تو وہ پگھل نہ سکتے ۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ دن رات ہم پر پتھر برستے رہتے ۔ یہ خدا کی مہربانی ہے کہ اُس نے ہمیں اِس بلا سے محفوظ رکھا ۔ اب ممکن ہے کہ جن قوموں کو اللہ نے تباہ کرنا چاہا ہو ، اُن پر اِسی فضا کے پتھر برسائے ہوں ۔

۸ رجنوری ۱۹۲۹ء کو ایک خبر چھپی تھی کہ ایک طیارہ کے پائلٹ نے بتایا کہ وہ کافی بلندی پر جا رہا تھا کہ اچانک اُس پر پتھر برسنا شروع ہو گئے ۔ وہ واپس بھاگا ۔

اس کے علاوہ کچھ شہابِ ثاقب اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پگھلنے کے باوجود باقی رہ جاتے ہیں اور زمین پر آ گرتے ہیں ۔ ۱۹۴۷ء میں ایک شہابِ ثاقب سائبیریا میں گرا تھا جو دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا شہابِ ثاقب تھا ۔ اُس کے سینکڑوں ٹکڑے گرے تھے ، ہر ٹکڑا اسّی (۸۰) فٹ قطر کا تھا ۔ اُس کے گرنے سے زمین پر بیشمار شگاف پڑ گئے تھے ۔ اور آٹھ سو پچاس ایکڑ زمین بنجر ہو گئی تھی ۔ اُس شہابِ ثاقب کا وزن دو ہزار ٹن تھا ۔

بحوالہ : (پاکستان ٹائمز لاہور مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۶۰ء)

www.drhasanrizvi.com

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ ۸۵

(۸۵) اور (شہرِ) مدیَن کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیبؑ کو (بھیجا)۔ اُنھوں نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو (کیونکہ) اُس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمھارے پاس تمھارے پالنے والے مالک کی صاف اور کھلی ہوئی دلیل اور ہدایت آگئی ہے۔ تو ناپ تول پوری پوری کیا کرو۔ اور لوگوں کو اُن کی چیزیں (ڈنڈی مار کر) کم نہ دو۔ اور دُنیا میں اصلاح و درُستی کے بعد فساد اور خرابیاں نہ پھیلاؤ۔ اِسی میں تمھاری بہتری اور بھلائی ہے، اگر تم واقعی حق کو ماننے والے ہو۔ (معلوم ہوا کہ حق کا واقعاً ماننا لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور خدا کی اطاعت عمل کرنے سے ثابت ہوتا ہے)

مدیَن کے لوگوں کی تجارتی بے ایمانی

حضرت ابراہیمؑ کی ایک زوجہ محترمہ کا نام قطورہ تھا۔ جن کے لطن سے ایک صاحبزادے "مدیَن" نامی پیدا ہوئے۔ اُنھی کے نام سے اُن کے شہر کا نام "مدیَن" پڑ گیا۔ اُنھوں نے کوئی خاص معجزہ ضرور دکھایا تھا، جس کا مفصل ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ (مدارک، تفسیر کبیر)

مدیَن کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحرِ احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے واقع تھا۔ اہلِ مدین تجارت پیشہ تھے۔ کیونکہ دو تجارتی شاہراہوں پر اُن کی بستیاں آباد تھیں، اِسی لیے عرب کا بچّہ بچّہ مدین سے واقف تھا۔

* —— (تفہیم)

کہا جا رہا ہے کہ: "ملک میں فساد نہ پھیلاؤ"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ (۱) تجارتی معاملات میں بے ایمانی کرنا، زمین پر فساد برپا کرنا ہے۔ (۲) احکامِ شریعت پر عمل نہ کرنا بھی فساد پھیلانا ہے۔ (۳) اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں کمی کرنا بھی فساد پھیلانا ہے۔ کیونکہ یہ قوم ناپ تول میں ڈنڈی مارا کرتی تھی۔ غرض فساد پھیلانے میں ہر قسم کی خیانت بد دیانتی، ظلم، غصب، چوری، ڈکیتی، حق مارنا وغیرہ شامل ہیں۔

* —— (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

اہلِ علم بھی ڈنڈی مارتے ہیں

جو اہلِ علم اپنے معاصر ساتھیوں کے احترام میں کمی کرتے ہیں وہ بھی حقیقتاً ڈنڈی مارتے ہیں۔ (اور جو دوسروں کو علم نہیں سکھاتے وہ عالم بھی ڈنڈی مارتے ہیں۔)
(روح المعانی)

خدا کا فرمانا کہ: "اگر تم واقعی مومن ہو۔" اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مَدْیَن والے مسلمان تو تھے مگر اعتقادی اور اخلاقی بُرائیوں میں مبتلا رہتے اِس لیے ایمان کا بس کھوکھلا دعویٰ باقی رہ گیا تھا۔

اسی لیے حضرت شعیب نے فرمایا کہ: "اگر تم مومن ہو" یعنی خدا، رسول اور آخرت کو دل سے مانتے ہو، تو تم میں خیر، عدل، رحم، بھلائی اور دیانت ہونی چاہیئے اور تمہارا کردار دنیا پرستوں سے مختلف ہونا چاہیئے اِسی لیے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے روایت فرمائی کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلْاِیْمَانُ هُوَ الْعَمَل" (یعنی) "ایمان عمل کا نام ہے۔"
(تحف العقول)

اِسلام کا فلسفہ عمل پر منتج ہے

:- حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے فرمایا:-

اَلْاِسْلَامُ، هُوَ التَّسْلِيْمُ، وَالتَّسْلِيْمُ، هُوَ الْيَقِيْنُ، وَالْيَقِيْنُ هُوَ التَّصْدِيْقُ، وَالتَّصْدِيْقُ، هُوَ الْاِقْرَارُ، وَالْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَاءُ، وَالْاَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔
(نہج البلاغہ ص۸۴۲ قول ۱۲۵)

ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:-

"اسلام نام ہے سرِ تسلیم خم کرنے کا، اور سرِ تسلیم خم کردینا ہی یقین (کی بنیاد پر) ہے، اور یقین (ہوجانے پر) تصدیق (کی جاتی) ہے، اور تصدیق (کرنے کے بعد) اعتراف (کرنا) ہے، اور اعتراف (کرلینے کے بعد) فرض کی بجاآوری (ضروری ہوجاتی) ہے، اور فرض کی بجاآوری (یعنی) (کسی فریضے کو انجام دینا ہی) عمل ہے۔"

اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "اللہ جب تک کسی بندے کے قلب کو طاہر نہ کردے اُس وقت تک وہ بندہ نہ ہم کو چاہتا ہے اور نہ ہمیں دوست رکھتا ہے، اور اللہ کسی بندے کے قلب کو طاہر کرتا ہی نہیں جب تک کہ وہ ہمیں (ہماری ولایت کو) تسلیم نہ کرلے۔"[1] پتہ چلا کہ یہ ایمان ہے اور یہی تسلیم ہے اور یہی اسلام ہے۔

[1] (کافی، کلینی و غایۃ المرام ص۴۳۷ و بحار الانوار جلد ۷، ص۶۴)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوۡعِدُوۡنَ وَتَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا‌ ۚ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ كُنۡتُمۡ قَلِيۡلًا فَكَثَّرَكُمۡ‌ ۚ وَانْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝۸۶

(۸۶) اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ تاکہ لوگوں کو ڈراؤ دھمکاؤ اور' اللہ کے راستے سے اُن لوگوں کو روک دو جو اُس پر ایمان لائے ہیں اور (اس طرح سیدھے) راستے کو ٹیڑھا کرنے لگو۔ اور یاد کرو اُس وقت کو جبکہ تم بہت ہی کم تھے' تو اُسی خدا نے تم کو بہت زیادہ کر دیا۔ اور یہ بھی دیکھو کہ کیسا (بُرا) ہوتا رہا ہے انجام خرابیاں پیدا کرنے والوں کا۔

اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا ہے

امام قرطبی نے اِس آیت کے ذیل میں لکھا کہ "ہمارے زمانے میں بھی خلافِ شرع ظلم' جَور' جبر اور زیادتی عام ہے۔ اسلام صرف نام کا باقی رہ گیا ہے جبکہ ایسی قومیں ہمیشہ تباہ ہوتی رہی ہیں۔ اُن کو اُن کے علوم' فنون' صنعیں حرفتیں' مال دولت' تہذیب' تمدن' ترقیاں اور روشنیاں کسی قیمت پر ہلاکت سے نہیں بچا سکیں۔" —— (قرطبی)

وَلَا تَقۡعُدُوۡا : اِس کے معنی میں کئی اقوال ہیں :

(۱) "یہ لوگ راستے پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جو آدمی حضرت شعیبؑ سے ملنے کے لیے آتے تھے تو وہ اُن کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ (۲) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ وہ لوگ رہزن اور ڈاکو تھے اور ان کو اِس فعلِ بد سے روکا گیا ہے۔ (۳) دین کے راستوں پر مورچے بنا کر دین کے طلبگاروں پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے یعنی جو لوگ حضرت شعیبؑ کے پاس دین سمجھنے جاتے یا دین کی باتیں سیکھ کر واپس آتے تھے تو یہ لوگ اُن کے دلوں میں شیطان کی طرح وسوسے ڈالا کرتے اور حضرت شعیبؑ کے متعلق ہزاروں قسم کی غلط باتیں کرتے' تاکہ اُن لوگوں کے دلوں سے پیغمبرِ خدا کا وقار اُٹھ جائے۔" مروی ہے کہ تمام انبیاءؑ میں سے حضرت شعیبؑ نہایت عمدہ اور قادر الکلام مقرر و خطیب تھے۔ اِس لیے اُن کا لقب بھی "خطیب الانبیاءؑ" ہے۔

(تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۵۹)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ۸۷

(۸۷) اور اگر تم میں کا ایک گروہ اُس تعلیم پر ایمان لاتا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا، تو پھر صبر سے کام لو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے (اور تمھارے) درمیان فیصلہ کر دے (کیونکہ) وہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ ——— ۸۷

"صبر سے کام لو" سے مراد

خدا کا فرمانا: "صبر کیے رہو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔" یہ وعید اور تہدید ہے۔ یعنی دھمکی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپؑ انھیں کفر پر قائم رہنے کی اجازت عطا فرما دیجیے۔ * ——— (قرطبی)

مطلب یہ ہے کہ: "چاہیے تو یہ تھا کہ سب ایمان لے آتے۔ کیونکہ ایسا نہیں ہوا تو لازمًا ایک گروہ، وہ ہوگا جو نجات پائے گا، اور دوسرا گروہ ہلاک ہوگا۔ مگر اِس کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔ (اس کا فیصلہ آخرت میں ہوگا) فورًا ہی اِس کا نتیجہ سامنے نہ آئے گا۔ * ——— (جلالین - فصل الخطاب)

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

——— (آٹھواں پارہ ختم ہوا) ———

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَهُوَ حَسْبِيْ مَنْ لَّمْ يَزَلْ لَا يَزَالُ ———

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بتاریخ ۵ ماہِ رمضان المبارک ۱۴۱۶ ہجری بروز جمعہ بوقت ۸ بجے شب مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء آٹھویں پارے کی کتابت مکمل ہوئی۔

کاتبِ قرآن ——— سید محمد جعفر زیدی ۳۴۳-۳۶ بی لانڈھی فون ۵۰۴۰۸۶۹